ہونہار

۲۹۹۶ رسائل ۶ لے ۷

رسالہ ہونہار کے متعلق معاصرین کی رائیں

عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کے مشہور رسالہ "مجلہ عثمانیہ" کی رائے۔

یہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو جنوری ۱۹۴۰ء سے دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے اجراء کا مقصد یہ ہے "کہ لڑکوں میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کی جائے اور ہندو مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور پریم کے ساتھ رہنا سکھایا جائے تاکہ آئندہ چل کر ان کے دماغ آپس کی فرقہ دارانہ جنگ سے متاثر نہوں اور بچوں میں جو ترقی کرنے کا فطری جذبہ موجود ہے اس کو ابھارا جائے تاکہ وہ بھی آزاد ممالک کے بچوں کی طرح ترقی کرتے ہوئے نظر آئیں"

اس رسالہ کے پیش نظر جو مقصد ہے وہ بہت کٹھن ہے۔ اس کا پورا کرنا آسانی سے ممکن نہیں۔ تاہم اس باب میں خفیف سی خفیف کوشش ہر طرح مستحسن اور لائق مبارکباد ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ ارکانِ رسالہ نے اس کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ رسالہ کے مضامین ۲۸ صفحوں کے دو کالموں میں ہیں۔ رسالہ بڑی حد تک چھوٹے چھوٹے قصوں اور کہانیوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سنجیدہ اور ظرافت آمیز پیرائے میں بچوں کو نصیحتیں کی گئی ہیں۔ دو نظمیں بھی ہیں۔ بچوں کے اخبار مثلاً پھول، پریم، غنچہ وغیرہ سے مفید اقتباسات بھی دئے گئے ہیں۔ تفریحات کے عنوان کے تحت ظرافت آمیز مکالمے درج ہیں۔ حل طلب معمے بھی ہیں۔ بچوں میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا ہے۔ مختلف دلچسپ تصویریں بھی ہیں۔ غرض رسالے کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مڈل اسکول کے طلبہ کے لئے یہ رسالہ کافی مفید ہے۔ لائق مدیر کا یہ دعویٰ کہ "اس کا معیار کچھ بڑھا کر اتنا کر دیا گیا ہے کہ ہائی اسکول کے طلبہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں" صحیح نہیں ہے۔ ہائی اسکول کے طلبہ کے معیار سے کسی قدر گرا ہوا ہے (یہ رسالہ اکثر ہائی اسکول کے طلبہ کے لئے زیادہ خرید کیا گیا ہے۔ ایڈیٹر)

مضامین صاف ستھری زبان میں ہیں۔ بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں.........

رسالہ بحیثیت مجموعی اچھا ہے۔ اگر وہ معمولی فروگذاشتوں کو چھوڑ کر موجودہ روش پر چلتا رہے تو مزید ترقی کریگا۔ چندہ سالانہ تین روپے چار آنے۔

منتظم ہونہار صدر بازار دہلی سے طلب کیجئے۔

(مجلہ عثمانیہ بابت ستمبر ۱۹۴۰ء)

خطوط

میرے عزیز دوست نسیم تسلیم

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے قابلِ قدر رسالہ کے متعلق اپنے اخبار میں رائے ظاہر کرنے سے قاصر رہا۔ اور اس کی مجبوری کی وجہ یہ ہے کہ میرا اخبار پریس آرڈیننس کا شکار ہو کر اس وقت بقیدِ حیات نہیں ہے۔ اس لئے اپنی رائے بذریعہ خط آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں میں نے اپنی ۱۰ فروری کی اشاعت میں جو رسالہ ہونہار پر ریویو کیا ہے اس وقت سے اب تک آپ نے اس میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا رسالہ ہندوستان کے جملہ بچوں کے رسالوں سے بہتر ہے۔ اس کے مضامین کا معیار اتنا عمدہ ہے کہ میرے خیال سے سب بچے اس کو پسند کریں گے آپ کے رسالے میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ مذہبی جھگڑوں اور باہمی نوک جھوک سے پاک ہے۔

چونکہ ایک قوم کے مستقبل کا زیادہ تر بچوں بچوں پر انحصار ہوتا ہے اس لئے بہتر ہو کہ آپ وقتاً فوقتاً سیاسی مضامین بھی شائع فرماتے رہا کریں۔ تاکہ شروع ہی سے بچوں کو اپنے ملکی اور قومی فرائض کا احساس ہونے لگے۔

خادم

چودھری ہرلوک سنگھ زندہ دل دہلوی

ایڈیٹر اخبار خبردار بلند شہر

۱؎ رسالہ ہونہار کے اجرا کا مقصد اور اس کی پالیسی کے متعلق جنوری اور فروری ۱۹۴۰ء کے رسالہ میں اعلان کیا جا چکا ہے

عزیزی۔ سلام مسنون

غالباً آپ مجھ سے ناواقف نہ ہوں گے۔ آپ کا رسالہ ہونہار عزیزی الیاس مجیبی کے نام آتا تھا جبکہ وہ اورنگ آباد میں مقیم تھے۔ اور رسالہ میرے ہی پتہ پر آتا تھا۔ کئی نمبر میری نظر سے گذرے اور بہت پسند آیا۔ بچوں کے لئے بہت مفید ہے اور کامیاب رسالہ کہا جا سکتا ہے۔

مجھے جامعہ سے دلی تعلق ہے اور وہاں ایک سال رہا ہوں لہذا ہونہار کو دیکھ کر جی چاہا کہ اس کے لئے کچھ لکھتا رہوں۔ اورنگ آباد میں کئی بار ارادہ کیا مگر اپنی مصروفیت اور افکار کی وجہ سے کچھ لکھ کر نہ بھیج سکا۔

اب یہ سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے اور دو مضمون اس خط کے ہمراہ بھیج رہا ہوں۔ یہ پہلی قسط ہے۔ براہِ کرم رسید سے اطلاع دیجئے۔ والسلام

محمد حسین محوی صدیقی لکھنوی

جونیر اردو لکچرار مدراس یونیورسٹی

ہندو اور سکھوں کے مندرجہ ذیل مشہور اخبارات

رسالہ ہونہار پر نہایت اچھا ریویو کر چکے ہیں

تیج دہلی	اکالی۔ امرتسر
ریاست دہلی	گروگھنٹال۔ لاہور
بھارت دہلی	خبردار بلند شہر

ہندوستان کے دوسرے اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے اخبارات اور رسائل میں رسالہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرما کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں

بچوں کا بہترین باتصویر ماہوار رسالہ

ہونہار

جلد ۲ | دہلی - بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۳

فہرست مضامین

اس کے علاوہ دلچسپ تصویریں اندر ملاحظہ فرمائیے

پتہ - دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
ظفر قریشی دہلی
نشتر بلرامی

آپس کی بات چیت

میری ڈیڑھ ماہ کی غیر حاضری

میں تقریباً ڈیڑھ ماہ سے دہلی میں موجود نہیں تھا بلکہ ایک نہایت ضروری کام سے حیدر آباد دکن گیا ہوا تھا ستمبر کا رسالہ میری غیر حاضری میں شائع ہوا۔ اس میں پریس اور کاتب کی غفلت کی وجہ سے چند غلطیاں رہ گئیں۔ اس کے علاوہ رسالہ کے شائع ہونے میں چند دن کی دیر بھی ہو گئی جس کا مجھے نہایت افسوس ہے۔ امید ہے کہ رسالہ ہونہار کے ناظرین میری مجبوریوں کا خیال کرتے ہوئے مجھے معاف فرمائیں گے۔

حیدر آباد دکن میں رسالہ ہونہار کی مقبولیت

رسالہ ہونہار حیدر آباد دکن میں عام طور سے بہت پسند کیا گیا۔ راجائے راجایان ہز ایکسی لینسی مہاراجہ کشن پرشاد صاحب یمین السلطنت و نواب سر سالار جنگ بہادر نے اس رسالہ کو پسند فرما کر اس کی خریداری منظور فرمائی۔ امرا اور رؤسا، جاگیرداروں اور منصب داروں نے اپنے اپنے بچوں کے لئے اسے جاری کرایا۔ اور حیدر آباد دکن کے تقریباً تمام مڈل اور ہائی اسکولوں میں رسالہ خرید ا گیا اور وہاں کے صدر مہتمم صاحب تعلیمات نے اپنے ماتحت تمام اسکولوں کے نام ایک سرکلر (اشتہار) جاری کر دیا کہ "بلحاظ مضامین۔ کتابت وطباعت یہ رسالہ طلبہ کے لئے مفید ہے اس لئے مدرسوں میں جاری کرالیا جائے"۔ چنانچہ تقریباً تمام صدر مدرس صاحبان نے رسالہ اپنے اپنے مدرسوں میں جاری کرالیا

نیا پروگرام

اب ہم نے یہ طے کیا ہے کہ اس رسالہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے مضامین ہوں اور دوسرے حصہ میں بڑے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مضامین درج کئے جائیں۔ اس کے لئے ہم استطاعت

کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد اس سے بہتر رسالہ اِسی قیمت میں ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

غریب طلبہ کے لئے رعائت

رسالہ کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے اور بذریعہ وی پی تین روپے چھ آنے ہے لیکن وہ غریب طلبہ جو رسالہ جو ہونہار پڑھنا چاہتے ہیں اگر اپنے اسکول کے صدر مدرس سے یہ تصدیق کرا کر بھیجدیں کہ وہ واقعی رعائت کے مستحق ہیں تو اُن سے سالانہ چندہ صرف دو روپے چار آنے لیا جائیگا

مضمون نگار صاحبان سے درخواست

دفتر میں اکثر مضامین ایسے موصول ہوتے ہیں جن کی عبارت مشکل الفاظ سے پُر ہوتی ہے اور بعض مضامین ایسے بھی آتے ہیں جو ہونہار کی پالیسی کے خلاف ہوتے ہیں لہذا ایسے مضامین رسالہ میں شائع نہیں کئے جاتے۔ اس رسالہ میں شائع ہونے کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو مختصر ہوں۔ اُن سے کوئی اخلاقی نتیجہ نکلتا ہو۔ عبارت بہت آسان اور عام فہم ہو۔ مشکل الفاظ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کیا جائے۔

رسالہ ہونہار کے پچھلے پرچوں میں ہم نے قواعد وضوابط کے تحت میں لکھا تھا کہ " رسالہ مضمون نگار حضرات کی خدمت میں مفت روانہ کیا جائے گا" اکثر اسکولوں کے طلبہ نے اس سے غلط نتیجہ نکالا اور رسالہ مفت حاصل کرنے کے کیلئے غلط سلط مضمون بھیجنے شروع کر دئے۔ اِس قسم کے مضمون نگار طلبہ کے لئے ہم نے چند ہدایتیں لکھی ہیں جو اِسی رسالہ کے صفحہ ۲ پر درج ہیں اُمید ہے کہ وہ اُن ہدایتوں کا بنظر غور مطالعہ فرمائیں گے۔

مُلّا رموزی صاحب کے مضامین

مُلّا رموزی صاحب کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہندوستان میں وہ اِس وقت

سب سے بہتر ظریفانہ مضمون لگار شمار کئے جاتے ہیں۔ ہنسی ہنسی میں وہ ایسی باتیں بیان کرجاتے ہیں جن سے قوم کی خرابیوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا اخبار یا رسالہ نہیں ہے جس میں ان کے مضامین شائع نہ ہوتے ہوں۔ ظریفانہ مضمون لکھنے پر آپ کو ایک خدا داد قدرت حاصل ہے۔ اپریل کے رسالہ ہونہار میں آپ کا ایک خط بھی شائع ہوا تھا جس کو ہونہار بھائیوں نے مزے لے لے کر پڑھا ہوگا۔

اب ملا رموزی صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اِس رسالہ میں مستقل طور پر مضامین بھیجا کریں گے۔ ہم حضرت ملا رموزی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ یہ وعدہ اُن کو ضرور یاد رہے گا۔

ڈاک خانوں کی بد انتظامی

ہندوستان کے ہر رسالے اور اخبار کو شکایت ہے کہ ڈاکخانوں کی بد انتظامی کی وجہ سے اکثر رسالے اور اخبارات درمیان ہی میں ہضم ہو جاتے ہیں اور خریداروں کو نہیں ملتے۔ یہ مرض اب بالکل لاعلاج سا ہو گیا ہے کیونکہ بڑے سے بڑے اخبار اور رسالے کے دفتر سے بھی اِس کا کوئی معقول انتظام نہیں ہو سکا۔ ہم بھی اپنے تمام خریدار صاحبان کے پاس رسالہ فہرست سے مقابلہ کرنے کے بعد بھیجتے ہیں لیکن بعض صاحبان کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے پاس رسالہ نہیں پہونچتا۔ اِس کا ہمیں نہایت افسوس ہے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ ایمانداری کے ساتھ خط بھیجکر دوسرا رسالہ منگوا لیا جائے ۲۵ تاریخ تک اِس کی اطلاع دفتر کو بھیج دینی چاہیئے۔ مہینہ ختم ہونے کے بعد رسالہ قیمتاً بھیجا جائے گا

ہونہار کا سالانہ نمبر

اگست کے رسالہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ ہمارے اسٹاف کا ارادہ ہے کہ دسمبر میں رسالہ ہونہار کا سالانہ نمبر شائع کیا جائے۔ لیکن چونکہ رنگین تصاویر کا کوئی معقول انتظام نہیں ہو سکا اس لئے اِس سال سالانہ نمبر نہیں نکل سکیگا۔

ایڈیٹر

بچوں کا ترانہ

جو ہیں غریب اُن کی امداد ہم کریں گے ۔ ناشاد جو ہیں ان کو دِل شاد ہم کریں گے
آرام و عیش اپنا برباد ہم کریں گے ۔ کانٹا چبھے گا گل میں فریاد ہم کریں گے
جو درد ہو سراپا وہ دل ہمیں بنا دے

شیوہ رہے ہمارا جھک کر سلام کرنا ۔ اور میٹھی بولیوں سے ہر اک کو رام کرنا
خوش جس سے ہو خدائی سیکھیں وہ کام کرنا ۔ امداد بے کسوں کی ہر صبح و شام کرنا
آنسو میں وہ اثر ہو جو آگ کو بجھا دے

ہم مشکلات میں بھی سینہ سپر رہیں گے ۔ آئے اگر مصیبت خوش خوش اسے سہیں گے
دریا کی طرح اپنی موجوں میں ہم بہیں گے ۔ اوروں کی سب سنیں گے اپنی نہ کچھ کہیں گے
یارب ہمارے دل کو مضبوط تو بنا دے

اے بیکسوں کے والی منظور یہ دعا کر ۔ خدمت گذاریوں کی توفیق تو عطا کر
اخلاص کو ہمارا دنیا میں رہنما کر ۔ تجھ کو پکارتا ہے ممتاز ہاتھ اٹھا کر
یارب تو ہر بشر کو رحمت کا آسرا دے

(گلدستہ)

لاہور کی مشہور بارہ دری

جو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیاں واقع ہے۔

عثمانیہ بلڈنگ
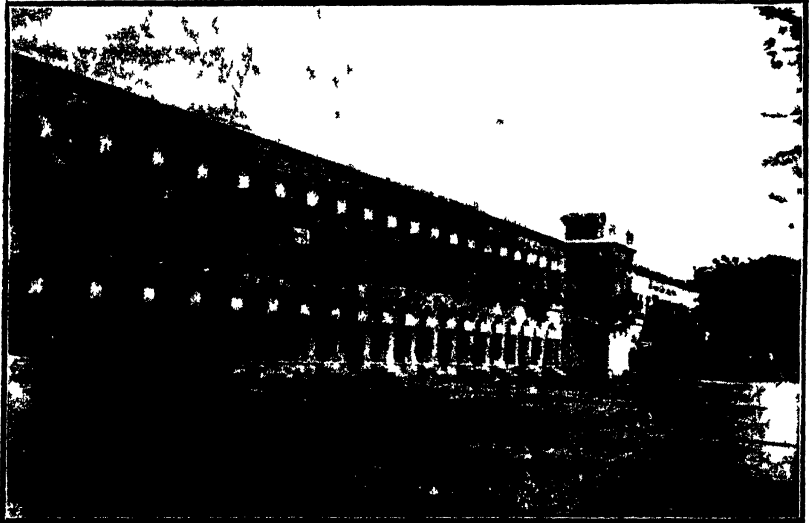
علیگڑھ یونیورسٹی کا بہترین بورڈنگ ہاؤس۔

برف کا ایک پہاڑ جنوبی قطب کے قریب سمندر میں بہہ رہا ہے -

شکیلہ عباسی الہ آباد کی ایک نو ماہ کی
بچی جو بچوں کی نمائش میں کئی
انعامات حاصل کر چکی ہے -

چلو جی

کسی گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو مسجد میں امامت کرتے تھے اور پیری مریدی کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ جاہلوں میں آپ کے تعویذ دھاگے کا بہت چرچا تھا۔ خاص کر بھولی عورتیں تو بہت معتقد تھیں۔ انھیں پیر پرست بے وقوفوں کی بدولت مولوی جی کی پانچوں گھی میں تھیں۔ ایک گائے اور بھینس کے علاوہ آپ کے پاس ایک چھوٹے قد کا گھوڑا بھی تھا۔ دیکھنے میں تو یہ کچھ مریل سا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مولوی جی نے اُسے ایسا سدھا رکھا تھا کہ جب اسے بھگانا ہوتا تو "چلو جی" کہہ دیتے "چلو جی" سنتے ہی یہ مریل سا گھوڑا فوراً بھاگ اٹھتا۔

ایک روز مولوی جی صبح صبح گھوڑے پر سوار ہو کر مریدوں سے نذر و نیاز بٹورنے گھر سے نکلے۔ جب گاؤں سے کچھ دور نکل آئے تو راستے میں بیری کا ایک درخت نظر پڑا۔ لال لال بیر دیکھ کر مولوی جی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ ہاتھ کی پہونچ تک جتنے بیر تھے وہ سب راستہ چلنے والوں نے کھا لئے تھے لیکن چوٹی پر خوب لال لال اور پکے پکے بیر لگے ہوئے تھے۔ مولوی جی نے گھوڑا پیڑ کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور اس کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر بڑے اطمینان سے پکے پکے بیر توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ جب خوب سیر ہو کر کھا لئے تو پھر آگے چلنے کا ارادہ کیا اور ہاتھ سے ٹہنی چھوڑ کر بولے۔ "چلو جی خوب کھائے" لیکن گھوڑا جو اس وقت تک خاموش کھڑا تھا "چلو جی" سنتے ہی ایک دم بھاگ اٹھا۔ مولوی جی بلا تکلف کانٹوں میں جا پڑے اور ایسے پھنسے کہ ہلنا جلنا بھی ناممکن ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ذرا بھی کوشش کرتے تو کانٹے اور بھی بدن میں چبھنے لگتے۔ اب بیچارے

بے بس ہو کر وہیں پڑے پڑے کراہنے لگے گھوڑا بھاگتا ہوا سیدھا گھر پہونچا۔ گھر والوں نے جو گھوڑا مولوی جی کے بغیر آتا ہوا دیکھا تو گھبرا گئے اور فوراً مولوی جی کی تلاش میں نکلے۔ آخر تلاش کرتے کرتے جب اُسی راستہ پر بیری کے نزدیک پہونچے تو مولوی جی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ یہ لوگ جلدی سے بیری کے پاس جا پہونچے۔ مولوی جی کانٹوں میں ایسے پھنسے ہوئے تھے جیسے کڑی کے جال میں مکھی۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے اٹھاکر باہر نکالا۔ کانٹوں سے بدن چھلنی ہو گیا تھا اور خراشوں کی وجہ سے خون نکل رہا تھا۔

لوگوں نے پوچھا آخر ہوا کیا؟

مولوی جی بولے۔

بھئی ہوا کیا۔ میں گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر پکے پکے بیر کھا رہا تھا۔ جب سیر ہو چکا تو میں نے کہا "چلو جی، اب چلتے ہیں" یہ کم بخت گھوڑا جو چلو جی کی آواز پر سدھا ہوا ہے "چلو جی" سنتے ہی بھاگ نکلا اور میرا یہ حال ہوا۔

جب مولوی صاحب گھر پہونچے تو لوگوں سے بولے۔

"بھئی ایک بات سن لو۔ جو بات دل میں آئے وہ جھٹ منہ سے نہ کہہ دیا کرو ورنہ ایک دن تمہیں بھی ایسا ہی روزِ بد دیکھنا پڑے گا۔

ایم اسلم از لاہور۔

کام کی باتیں

۱۔ ہمیشہ خوش رہا کرو اس سے خیالات اچھے رہتے ہیں اور طبیعت نیکی کی طرف مائل رہتی ہے۔

۲۔ غصہ کرنے سے برائی بن بلائے آجاتی ہے۔

۳۔ جو خدا کو یاد رکھتا ہے خدا اُسے کبھی نہیں بھولتا۔

۴۔ کفایت شعار بننا چاہتے ہو تو اپنے اخراجات روزانہ لکھا کرو

گنگارام ویش

مدرس عیسیٰ پور۔

سفید ہاتھی

ہمالیہ پہاڑ کے ایک گھنے جنگل میں ہاتھیوں کا ایک بہت بڑا گلہ جس میں آٹھ ہزار ہاتھی شامل تھے پھرا کرتا تھا۔ اس گلہ کا سردار ایک بہت بڑا سفید ہاتھی تھا جسے یہ ہاتھی نہ معلوم کہاں سے پکڑ لائے تھے اور اس کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

ہاتھیوں کے اس سفید راجہ کی ماں اندھی تھی۔ جب سفید ہاتھی اپنی رعایا کے ساتھ جنگل کے دور و دراز حصوں میں چلا جاتا تھا تو اس کے دل میں سوائے اپنی پیاری ماں کے اور کسی کا خیال نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی ماں کی مجبوری پر دل ہی دل میں کڑھتا تھا۔ اکثر جنگل کے پھل، بانس اور گنے کسی پیغامبر کے ہاتھ بھیجتا رہتا تھا۔ مگر افسوس کہ یہ میٹھے تحفے اس کی پیاری ماں تک نہ پہونچتے تھے۔ لانے والے راستہ ہی میں ہڑپ کر جاتے تھے۔ اور اس کی ماں اپنے بیٹے کے تحفوں سے محروم رہتی تھی۔

ایک دن سفید ہاتھی کو سارا راز معلوم ہو گیا۔ وہ بہت ناراض ہوا اور ارادہ کر لیا کہ اس بے ایمان گلہ میں سردار بن کر نہیں رہے گا۔ چنانچہ اس نے گلے کی سرداری پر لات ماری اور قطع تعلق کر کے اپنی ماں کی خدمت کے لئے تیار ہو گیا وہ اُسے کندرذنا پہاڑ پر لے گیا جو قریب ہی تھا۔ اور ایک جھیل کے قریب ایک غار میں ماں کے ساتھ خوش و خرّم رہنے سہنے لگا۔

ایک دن بنارس کا ایک مسافر جو اس جنگل میں سے گذر رہا تھا راستہ بھول گیا اور سات دن تک حیران اور پریشان اِدھر اُدھر گھومتا رہا مگر جنگل سے نہ نکل سکا۔ وہ بہت پریشان تھا کہ کیا کرے لیکن کوئی تدبیر نہ سوجھی

سفید ہاتھی۔

سفید ہاتھی، ہاتھیوں کا راجہ گھنٹوں تک بن جنگل اور اس راستہ سے بھٹکے ہوئے مسافر کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے جنگل کے باہر لے گیا اور اُسے بنارس کے راستہ کی طرف اشارہ کر کے رخصت کر دیا۔

افسوس کہ یہ آدمی بڑا بدذات نکلا اُس نے اپنے احسان کرنے والے کے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ بنارس کے راجہ سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بہت خوبصورت ہاتھی رہتا ہے اگر وہ پکڑ لیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو اور راجہ کے لئے فخر کا باعث ہو۔

راجہ یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا۔ سفید ہاتھی بھلا کہاں ملتا تھا۔ اس نے بہت سے آدمی جن میں وہ خبر دینے والا بھی شامل تھا سفید ہاتھی کے پکڑنے کے لئے بھیجے۔

یہ لوگ جنگل میں پہونچے اور سفید ہاتھی کو جھیل میں نہاتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے اُسے بہت آسانی کے ساتھ پکڑ لیا کیونکہ اُس نے مطلق چون وچرا نہیں کی۔ وہ لوگ ہاتھی کو بنارس لے آئے اور راجہ کے سامنے پیش کر دیا

سفید ہاتھی کی ماں —— بیچاری اندھی ماں —— بہت غمگین ہوئی اور اس نے رنجیدہ ہو کر کہا "آہ کتنے لمبے لمبے بانس! کتنے بڑے بڑے گنے! کیسے کیسے پھل دار درخت یہاں اُگ رہے ہیں مگر افسوس میرا بچہ یہاں نہیں ہے! افسوس!

(۲)

راجہ نے اس سفید ہاتھی کو ایک بڑے اصطبل میں بند کر دیا۔ اُس میں طرح طرح کی کھانے کی چیزیں اور پھول رکھے ہوئے تھے۔ راجہ خود ہاتھی کو کھلانے کے لئے آیا مگر وہ یوں ہی کھڑا رہا اور ایک تنکا بھی نہ کھایا۔

"میری ماں یہاں نہیں ہے اس لئے میں کچھ نہ کھاؤں گا" ہاتھی نے کہا۔

راجہ نے کہا "کھا! فکر نہ کر! میرا دوست بن جا اور یہ گنے کھالے"

ہاتھی نے کہا "نہیں میں نہیں کھاؤں گا۔

اور نہ میں تمہارا دوست بنوں گا۔ میرا دل پہاڑ کی اس کھوہ میں گم ہو گیا ہے جہاں میری اندھی ماں رو رہی ہو گی۔ آہ میں نہیں کھاؤں گا۔"

راجہ اس نیک ہاتھی کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ ہاتھی کو کھول دیا جائے۔

ہاتھی کھول دیا گیا اور وہ ہنسی خوشی ایک تالاب پر پہونچا اور وہاں سے سونڈ میں پانی بھر کر سیدھا اپنے غار کی طرف بھاگا اور اپنی اندھی ماں پر جا کر ایک سرد بارش برسا دی۔

اس کی ماں یہ ماجرا دیکھ کر بولی "آہ بارش! بارش ہو رہی ہے۔ مگر میرا پیارا راجہ یہاں نہیں ہے! ہائے میری قسمت!"

سفید ہاتھی بولا "پیاری اماں میں آگیا ہوں۔ میں نے ہی تم پر پانی ڈالا ہے۔ راجہ نے مجھے چھوڑ دیا ہے"

ماں بیٹے دوبارہ مل کر بہت خوش ہوئے اور اس کے بعد ایک عرصہ تک اس جھیل کے کنارے خوش و خرم زندگی بسر کرتے رہے۔

جب ماں کا انتقال ہوا تو سفید ہاتھی بھی اس کے غم میں مر گیا۔ اور راجہ نے دونوں کو زمین میں دبوا کر دو پتھر کی مورتیں اس جگہ کھڑی کرا دیں۔ لوگ چاروں طرف سے اس نیک فرزند اور پیاری ماں کے مزار کو دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ تھوڑے دنوں بعد وہاں ہاتھی کا میلا بڑی دھوم دھام سے ہونے لگا۔

دیکھو بچو! سفید ہاتھی اپنی ماں سے کتنی محبت کرتا تھا۔ اور اس کی خدمت کرنا کتنا ضروری سمجھتا تھا۔ جب وہ ہاتھیوں کا راجہ تھا اس نے اپنی ماں کی خاطر سے سردار اور حاکم بننے پر لات ماری۔ جب وہ راجہ کے یہاں قید ہوا اور اُسے طرح طرح کے آرام اور کھانے مہیا کئے گئے اس نے بغیر اپنی ماں کے قبول نہ کئے

ہونہار بچو! ہمیشہ ماں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھو کیونکہ یہی تمہاری نیکی کی دلیل ہے۔

ظفر قریشی دہلوی

دو شریر چوہے۔

ایک مرتبہ دو چوہے کسی دعوت میں گئے لیکن وہاں معلوم ہوا کہ صرف سفید چوہوں کی دعوت ہے۔ تب ایک شریر چوہے نے دوسرے سے کہا۔ یار یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ ہم کو دعوت میں ضرور جانا چاہیئے۔ دوسرے نے کہا دوست مت گھبراؤ

میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ ایک ایسی جگہ پہونچے جہاں آٹے کی ایک بوری رکھی ہوئی تھی۔

ایک چوہے نے اوپر جاکر اس کو کاٹا اور اُس میں سے آٹا نکلنے لگا۔ دونوں چوہے اُس آٹے کے نیچے بیٹھ گئے اور آٹا جسم میں لگنے کی وجہ سے سفید ہو گئے۔ ایک چوہا بولا "بھئی واہ ترکیب تو اچھی رہی۔ اب ہم دعوت میں ضرور شریک ہوں گے"

تب وہ دونوں اُسی صورت سے دعوت میں چل دئے۔ پہرے دار اُنھیں بالکل نہ پہچان سکا اور انھیں بڑی خوشی کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دے دی۔ اور دونوں چوہوں نے خوب دعوت اڑائی۔

ماخوذ

اپریل فول

اپریل کے مہینے کی پہلی تاریخ کو اپریل فول کہتے ہیں۔ اس دن انگریز لوگ آپس میں خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جھوٹی پارسلیں بھیجی جاتی ہیں اور جھوٹی دعوتیں کی جاتی ہیں۔

انگریزوں کی دیکھا دیکھی ہمارے انگریزی داں نقال نوجوان بھی اپریل فول منانا ایک اچھی تہذیب سمجھتے ہیں لیکن اگر ان سے دریافت کیا جائے کہ اپریل فول کیوں منایا جاتا ہے۔ تو اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ لیجئے ہم بتلائے دیتے ہیں۔

اس کی ابتدا ۱۶[illegible]ء میں فرانس میں ہوئی۔ اس کے شروع ہونے سے پہلے وہاں کے مارچ کے مہینہ کی پچیسویں تاریخ کو نیا سال شروع ہوتا تھا اور لوگ نئے سال کی خوشی میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو تحفے دیتے تھے۔ یہ نیا سال اکثر عیسائیوں کے مذہبی ہفتہ میں پڑا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں لوگوں کی توجہ مذہب کی طرف بہت زیادہ تھی۔ آخر میں مذہبی ہفتہ کے پڑ جانے سے اکثر مذہبی کاموں میں رکاوٹ پڑتی تھی اس لئے لوگوں نے یہ طے کیا کہ تحفے تحائف دینے کے لئے ۲۵ مارچ کے بجائے یکم اپریل کر دی جائے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا۔

۱۶۵۴ء میں جنتری میں پھر تبدیلی ہوئی اور سال کی ابتدا یکم جنوری سے شمار ہونے لگی۔ اگرچہ جنتری میں ردوبدل ہوگیا پھر بھی بہت سے ایسے آدمی تھے جو بھول میں یکم اپریل ہی کو سال کی ابتدا سمجھتے تھے اور دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفے دیتے تھے چنانچہ دوسرے لوگوں نے ان کو بے وقوف بنانے اور اُن کا مذاق اُڑانے کے لئے اُن کے پاس جھوٹے دعوت نامے اور جھوٹے تحفے وغیرہ بھیجنے شروع کر دئے۔ اس طرح اس مذاق کی بنیاد پڑی اور یہ رسم جاری ہوگئی (ترجمہ)

ماتا پتا کا سچا سیوک شرون کمار

اجودھیا پوری میں ایک اندھا چھتری سانتون نامی رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام گیان وتی تھا۔ پرماتما کی قدرت گیان وتی بھی اندھی تھی۔ اِس تکلیف کے علاوہ انھیں ایک اور رنج بھی تھا کہ ان کے ہاں کوئی لڑکا بالا نہ تھا جس کی وجہ سے بیچاروں کو کھانے پینے، اوڑھنے پہننے وغیرہ کا کوئی لطف نہیں تھا۔

اتفاق کی بات، ایک روز ایک مہاتما اُدھر آ نکلے۔ اُن کی مہربانی سے سانتون کو ایک دُعا ہاتھ لگی۔ تین سال کے بعد اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُن کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی وہ بار بار پرماتما کا شکر بجا لاتے۔

سانتون نے اپنے بیٹے کا نام شرون رکھا۔ شرون اپنے باپ کی طرح اندھا نہ تھا۔ بلکہ بڑا خوبصورت اور ہونہار تھا۔ تھوڑی ہی عمر میں خوب لکھنا پڑھنا سیکھ گیا۔ شرون اپنے ماں اور باپ کو بوڑھا اور اندھا دیکھتے ہوئے ہمیشہ ان کا کہنا مانتا۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی رد نہ کرتا۔ اُس نے ان کی آنکھوں کا بہت علاج کیا مگر کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر کار اس کی ایک رِشی (عابد و زاہد شخص) سے ملاقات ہوئی رشی نے کہا کہ اگر تم تیرتھ یاترا کرو اور اپنے ماں باپ کو بھی ہمراہ لے جاؤ تو ممکن ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔

تیرتھ پاک جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہندو لوگ جا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندوؤں کے بہت سے تیرتھ ہیں جیسے بنارس۔ متھرا۔ دوارکا وغیرہ۔ جو سفر تیرتھ پر جانے کے لئے کیا جاتا ہے اُسے تیرتھ یاترا کہتے ہیں۔

رِشی کے کہنے کے مطابق شرون نے

تیرتھ یاترا کی ٹھہرائی۔ اس نے ایک بھنگی تیار کی اور اپنے ماں باپ کو اس میں بٹھا کر اُسے کندھے پر اُٹھا روانہ ہوا راستہ میں جگہ بجگہ ٹھہرتا ہوا وہ پریاگ (الہ آباد) پہونچا اور دریا کے سنگم پر بھنگی کو اتار دیا۔ شرون نے کہا "ماتا پتا! یہاں کا دِل کش نظارہ دیکھنے کے قابل ہے۔ کاش کہ آپ کی آنکھیں ٹھیک ہوتیں اور آپ اِس نظارے کو دیکھتے۔ اے پرماتما مجھے اندھا کر کیونکہ میں یہ نظارہ دیکھ چکا ہوں اور میرے ماتا پتا کی آنکھیں درست کر دے تاکہ وہ بھی اِس دِلفریب نظارے کو دیکھ لیں"۔

سانتون نے کہا "بیٹا یہ سب کچھ پچھلے کرموں کا پھل ہے۔ پرماتما جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ اب ہم اِس پاک اور متبرک دریا میں اشنان کرنا چاہتے ہیں"

شرون نے فوراً ہاتھ کے سہارے سے دریا کے کنارے اشنان کرایا اور پوچھا "ماتا پتا جی اب آپ کا ارادہ کدھر چلنے کا ہے۔ جدھر آپ کی منشا ہو اُدھر ہی کو لے چلوں"۔

سانتون نے جواب دیا کہ "بیٹا اب تم تھک گئے ہوگے۔ کچھ دن آرام کرنے پر بدری ناتھ کی طرف چلنا"۔ تھوڑے دنوں بعد وہ بدری ناتھ پہونچے۔ وہاں کئی دن آرام کرکے اجودھیا کی طرف لوٹے۔ انھیں چلتے چلتے سرجو ندی کے کنارے رات ہوگئی اور وہیں آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ کنارے پر ہری ہری گھاس اُگی ہوئی تھی۔ شرون نے اپنے ماتا پتا کو بھنگی سے اُتار کر گھاس پر لٹا دیا اور خود بھی آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔

کچھ دیر بعد سانتون نے کہا "بیٹا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے تھوڑا سا پانی لے آؤ۔ شرون لوٹا لے کر سرجو ندی کے کنارے پہونچا جوں ہی لوٹا پانی سے بھرنے کے لئے جھکا راجہ دسرتھ نے جو ندی کے کنارے شکار کی تلاش میں تھے کسی جانور کو پانی پیتا ہوا سمجھکر تیر چلّے پر چڑھایا اور چھوڑ دیا۔ تیر کا چلّے سے نکلنا تھا کہ وہ شرون کے سینہ پر بیٹھا۔ اور اُس نے

یہ الفاظ کہتے ہوئے کہ

"افسوس کہ میں اپنے ماں باپ کی سیوا نہ کر سکا"

پران تیاگ دئے (مرگیا)

میرے پیارے بھائیو! شرون نے ماں باپ کی خدمت ہی میں اپنی جان گنوائی

اور آخر مرتے وقت بھی اس کی زبان پر ماں باپ کی خدمت کا ہی لفظ یاد رہا۔ تم بھی شرون جیسا سعادت مند بچہ بننے کی کوشش کرو اور اپنے ماں باپ کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

(گنگا رام اول مدرس مدرسہ عیسیٰ پور)

پڑھو اور ہنسو

ایک برہمن بہت ہی خوش اخلاق اور مہمان نواز تھا۔ ہر انسان کسی کام کو کرتے کرتے اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ وہ برہمن بھی مہمان نوازی کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ ہر روز بلاناغہ کسی نہ کسی مہمان کو کھانا کھلا کر خود بعد میں کھانا کھاتا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ متواتر دو روز تک کوئی مہمان اس کے یہاں نہیں آیا۔ اور یہ غریب دونوں دن فاقے سے رہا۔ ناچار اس نے اپنی بیوی کے مشورہ سے تین مہمان کھانڈ کے بنائے۔ اگلے روز بیوی نے

کھانا تیار کرنا شروع کیا اور پنڈت جی غسل کرنے چلے گئے کہ آ کر کھانڈ کے مہمانوں کو کھانا کھلا کر پھر خود کھانا کھائیں گے۔ اتفاقاً اسی وقت تین مہمان اُن کے گھر آ موجود ہوئے

اب ان کے چھوٹے بچے نے سوچا کہ تین مہمان تو آ ہی گئے ہیں اور پتا جی اُنھیں کھانا کھلا کر خود بھی اپنا برت (جو تین دن سے رکھا ہوا تھا) کھول لیں گے اس لئے اس نے اپنی ماں سے کہا کہ ماتا جی! (کھانڈ کے کھلونو کی طرف اشارہ کرکے) ان میں سے ایک میں کھالوں"؟ - ماں نے کہا کہ اچھا، تنے!

ذرا سی دیر ٹھہرو۔ تمہارے پتا ابھی آتے ہیں۔ پھر تم اُن سے دریافت کرکے بیشک تینوں کو کھا لینا۔ (ماں کے دل میں صرف کھلونوں ہی کا خیال تھا) مگر برابر کی بیٹھک میں تینوں نئے مہماں ماں بیٹے کی گفتگو سُن رہے تھے۔ انھوں نے سوچا کہ ہو نہو یہ مردم خور (آدمیوں کو کھاجانے والے) لوگ ہیں۔ بہتر ہو کہ کسی طرح بھاگ جائیں۔ ورنہ بُرے پھنسے۔ چنانچہ موقع پا کر تینوں بھاگ نکلے۔

اُن کے جاتے ہی پنڈت جی بھی غسل کرکے آ گئے۔ بیوی نے کہا "تم دیر سے آئے ابھی ابھی تین مہمان بیٹھے گئے ہیں"۔

اتنا سنتے ہی پنڈت جی انھیں واپس لانے کے دوڑے۔ مہمانوں نے انھیں اپنی طرف آتا دیکھ کر دوڑ لگائی۔ ادہر برہمن بھی لپکے کہ کسی طرح انھیں روک کر روٹی کھلائیں۔ دوڑنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے آوازیں لگانی شروع کیں کہ ٹھہرو! میں تین روز سے بھوکا ہوں ٹھہرو! ٹھہرو!!

چونکہ مہمانوں کو خیال تھا کہ برہمن پکڑتے ہی انھیں کھا جائے گا اور یہ اسی مردم خور بچے کا باپ ہے اس لئے انھوں نے جواب دیا کہ "اگر تو بھوکا ہے تو اپنے بچوں کو کھا جا" اتنا کہکر خوب زور سے بھاگے اور بہت دور نکل گئے۔

آخرکار برہمن مایوس ہو کر گھر واپس آیا اور حسب تجویز کھلونوں کے منہ سے کھانا لگا کر پھر سب نے کھانا کھایا۔

(اندر دیو شرما۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ ڈھنڈرسہ)

اگلے نمبر کے خاص مضامین

(۱) سب سے بڑا کام (۲) خوش خطی

(۳) پانچ شہزادے (۴) وفادار نوکر

(۵) ریچھوں کا محل

تصاویر بھی دیکھنے کے قابل ہوں گی

عبدالرحمن کا انصاف

عبدالرحمن قرطبہ کا ایک بڑا منصف بادشاہ تھا۔ یہ انصاف کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک شہزادہ عبداللہ اور دوسرا شہزادہ الحکم۔ بادشاہ کو دونوں سے بہت محبت تھی۔

ایک بار عبداللہ ایک مقدمہ میں پکڑا گیا اور شاہی عدالت میں پیش ہوا۔

عبدالرحمن نے کہا: تم بے شک میرے بیٹے ہو، اور جانتے ہو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ سچ سچ بتاؤ تم نے قصور کیا ہے یا نہیں؟

عبداللہ نے کہا: ابا جان! بے شک میں قصور میں شریک تھا لیکن یہ میرے اکیلے کا کام نہ تھا، لوگوں نے مجھے دھوکا دیا، میں اُن کے بہکائے میں آگیا اور یوں مجھ سے یہ قصور ہوگیا۔

بادشاہ نے فرمایا: بیٹا کچھ بھی ہو، تمہارا قصور ثابت ہے کہ تم نے بغاوت کی اور باغی کو موت کی سزا ملنی چاہیے۔ میں مجبور ہوں۔ اپنے پیارے بیٹے کا خون کر سکتا ہوں لیکن انصاف کا خون نہیں کر سکتا

شہزادہ الحکم کو بھی معلوم ہوا کہ بھائی کو قتل کی سزا ملنے والی ہے۔ اس کا دل بھائی کی محبت سے بیتاب ہوگیا۔ وہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

"ابا جان! خدا کے لئے رحم فرمائیے اور اس کا قصور معاف کر دیجئے یا کم از کم موت کی سزا نہ دیجئے"

باپ نے جواب دیا: بیٹے تمہاری سفارش بجا ہے۔ تم عبداللہ کے بھائی ہو۔ تم کو ضرور اس کا صدمہ ہوگا، میں بھی معمولی آدمی ہوتا تو ایسا ہی کرتا جیسا تم کر رہے ہو۔ مگر میں

چھوڑ دوں تو دنیا کیا کہے گی کہ باپ نے اتنے بڑے قصور پر بیٹے کو رہا کر دیا۔ کوئی اور ہوتا تو ہرگز نہ چھوڑتا۔ مجھے زندگی بھر اپنے بیٹے کے لئے رونا پڑے گا۔ روؤں گا مگر انصاف کا خون نہ کروں گا۔ تمہاری اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی لیکن کوئی چیز اسے موت سے نہیں بچا سکتی!

دوسرے دن معلوم ہوا کہ شہزادہ عبداللہ قیدخانہ میں قتل کیا گیا اور دھوم دھام سے اس کی لاش قبرستان میں دفن ہوئی۔

عبدالرحمن کے انصاف پر آج تک واہ وا ہوتی ہے۔ زمانہ ہمیشہ اِن دونوں کو یاد رکھے گا

(مولانا محوی صدیقی از مدراس)

اِسکول کیا چیز ہے؟

پیارے بچو! تم کو معلوم ہے کہ جس جگہ تم پڑھنے جاتے ہو (یعنی اسکول) وہ کیا چیز ہے۔ تو میں تم کو بتاتا ہوں ذرا دھیان سے سنو!

اسکول ایک کھیت ہے (یعنی وہ زمین جہاں علم کی کاشت ہوتی ہے) اِس کھیت میں جو چیز تم کاشت کرو گے آیندہ زندگی میں وہی کاٹو گے اور خود ہی اس سے نفع اُٹھاؤ گے۔

اسکول ہی میں تم اپنی زندگی کو جیسا چاہو کامیاب یا ناکام بنا سکتے ہو۔ سنو!

زمانہ طالب علمی میں نہ تم کو کھانے کی فکر ہے۔ نہ کپڑے کا سوچ۔ یہ سب کچھ آرام تمہارے والدین نے تمہاری آیندہ زندگی کی بہتری کے لئے خود تکلیف اٹھا کر مہیا کر دیا ہے۔ اِس بے فکری اور آرام کے زمانہ میں جو کچھ تم تعلیم حاصل کر سکتے ہو۔ کوشش اور محنت سے حاصل کر لو۔ یہ بچپن کا زمانہ بے فکری کا ہے۔ اگر یہ زمانہ تم نے کھیل کود آوارہ پھرنے اور بری صحبتوں میں صرف کر دیا تو جوانی میں تم سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گے

اور اس وقت افسوس کرنا کچھ سود مند نہ ہوگا۔
دیکھو! گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں
آتا۔ تم اپنی عمر کی منزل کو پورا کر رہے ہو
وہ وقت بھی قریب آ رہا ہے کہ فرصت کو
تلاش کروگے اور فرصت کا پتہ نہ پاؤگے بلکہ
دنیا کی فکروں میں پھنسے ہوگے۔ اگر تم اس وقت
کے لئے آرام چاہتے ہو تو اسکول کی زندگی
کو بہتر بناؤ۔ اور اپنے میں علم اور اخلاق کا جوہر پیدا کرو

(محمد عبد اللہ فاروقی دہلوی)

انعامی معمّہ

میں ایک آٹھ حرفی نام ہوں۔ تبدیل ہو کر مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوں۔ بتلائیے میرا نام کیا ہے

۴ + ۷ + ۳ = روشنی
۵ + ۲ + ۸ = مدّت
۳ + ۸ + ۱ = ایک عضو کا نام
۶ + ۵ + ۳ اور ب بڑھانے سے ابر۔ بادل
۳ + ۵ + ۶ + ۸ = بہت خوب بہت اچھا
۶ + ۲ = تیس
۱+۸ + ۲ = خاتمہ

ہدایتیں

۱۔ تمام جوابات ۲۰ اکتوبر تک آنا ضروری ہیں
۲۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں
۳۔ زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔
۴۔ جواب کے ہمراہ ایک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔
۵۔ انعام اوّل ایک قیمتی ٹائم پیس۔
انعام دوم۔ کتاب "ہمارے نبی"
انعام سوم۔ کتاب "حیات رسول"

پتہ۔ ا۔ ح۔ معرفت رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

مضمون نگار طلبہ کے لئے ہدایتیں

آپ نے کتنے ہی مضامین رسالہ ہونہار کے دفتر کو بھیجے لیکن ان میں سے اکثر بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہیں کئے گئے۔ اگر آپ نیچے لکھی ہوئی باتوں پر غور کرکے مضامین لکھیں تو رسالہ میں ضرور شائع کئے جائیں گے۔

۱۔ سب سے پہلے ہم اُن طالب علموں کے مضامین شائع کرتے ہیں جو رسالہ ہونہار کے خریدار ہیں۔ اگر آپ رسالہ کے خریدار بن جائیں تو آپ کے مضامین بھی رسالہ میں شائع ہو سکتے ہیں۔

۲۔ جب آپ مضمون لکھیں تو اس میں عربی، فارسی اور سنسکرت کے مشکل الفاظ لانے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنا مطلب بہت ہی آسان زبان میں ادا کریں۔

۳۔ کسی مضمون کی چوری نہ کریں یعنی کسی کتاب یا رسالے سے مضمون نقل کرکے نہ بھیجیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو معلوم ہو جانے پر آپ کا نام ہم اسی رسالہ میں شائع کر دیں گے کہ فلاں طالب علم نقل کرکے مضمون بھیجتا ہے۔ اس سے آپ کی بدنامی ہوگی لہذا آپ خود مضمون لکھنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ کا کوئی مضمون کسی دوسرے رسالہ میں شائع ہو چکا ہو تو اس کو ہمارے یہاں نہ بھیجیں۔

۴۔ مضمون بھیجنے سے پیشتر اپنے کسی اُستاد کو ضرور دکھالیں کہ وہ اُس کی غلطیوں کو درست کر دے۔

۵۔ اگر آپ کو اپنے مضمون یا کسی دوسری چیز کے متعلق دفتر سے کوئی بات دریافت کرنی ہے تو اس کے لئے جوابی کارڈ یا ارکا ٹکٹ ضرور بھیجئے۔ ورنہ جواب بہت دیر میں ملے گا۔

۶۔ اپنے نام کے ساتھ ساتھ اپنی عمر بھی ضرور لکھیں۔ اپنا مضمون لفافہ میں بند کرکے اور اس پر ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے نام بھیج دیں۔

ایڈیٹر

مولوی محنت علی

اختر میں سب خوبیاں تھیں۔ اگر نقص تھا تو یہ تھا کہ وہ محنت سے بہت جی چراتا تھا ایسا کام کرنا چاہتا تھا جو آسانی سے تمام ہوجائے اور ذرا سی بھی مشقت درکار نہو۔ ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ اس کی ماں نے اُسے گھر سے باہر ایک سخت گیر اُستاد کی نگرانی میں بھیج دیا۔ ان کا خیال تھا کہ محنت علی ایک قابلِ قدر ہستی ہے۔ اُس کا وجود مبارک ہے اور جتنا فائدہ بچوں اور جوانوں کو اس سے پہونچا ہے دنیا میں کسی اور شخص سے نہیں پہونچ سکتا۔ یہاں تک کہ اگر سب باتیں جو اس کے متعلق مشہور تھیں سچ مان لی جائیں تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ دنیا میں اس وقت سے رہتا ہے جب سے حضرت آدمؑ بہشت سے نکالے گئے تھے۔

مولوی محنت علی کی صورت بہت بدنما اور ڈراؤنی واقع ہوئی تھی۔ جو لڑکے محنت سے جی چراتے تھے اُسے ملک الموت خیال کرتے تھے۔ اس کی آواز بے طرح سخت تھی۔ تمام دن شہتوت کی قمچی ہاتھ میں لئے ہوئے کمرے میں پھرتا رہتا تھا۔ کسی لڑکے کے شانوں پر، کسی کی کمر پر اور کسی کے ہاتھ پر قمچی پڑنے کی آواز ہر وقت کمرے سے آتی رہتی تھی۔ کبھی کسی لڑکے کو مدرسہ کے کمرہ میں اس وقت تک امان نہ ملتی تھی جب تک کہ وہ خاموشی اور توجہ سے اپنا سبق یاد کرنے میں محو نہ ہوجاتا۔

مولوی محنت علی کے طریقے اور رُویّے ہمارے دوست اختر کو بہت ہی بُرے معلوم ہوئے " یہ مدرسہ کی بکواس مجھے نہیں بھاتی" ایک روز اُس نے تنگ آکر اپنے دل میں کہا۔

اب تک اختر کی تمام عمر گھر میں اپنی ماں کے ساتھ بسر ہوئی تھی۔ وہ اُسے مولوی محنت علی سے بہت زیادہ اچھی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے چہرہ پر محبت اور مامتا تبسم بن بن کر برسا کرتی تھی۔ وہ اختر پر بے حد مہربان تھی۔ کوئی تعجب کی بات نہیں اگر غریب اختر نے اپنی مہربان ماں کی صحبت سے مکتب کے ظالم مولوی صاحب کی نگرانی میں جانا اپنی بھولی بھالی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب سمجھا۔ اس پر عجیب بات یہ تھی کہ مولوی صاحب کبھی اُسے سیب اور کیک کھانے کے لئے نہ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ چھوٹے بچے صرف کتابیں رٹنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔

جب اختر کو مکتب میں داخل ہوئے ایک ہفتہ کے قریب گذر چکا تو ایک روز اپنے آپ سے کہنے لگا "میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اب یہاں سے چلنا چاہئیے اور ایسا مقام تلاش کرنا چاہئیے جہاں مولوی محنت علی کبھی دکھائی نہ دے اُس سے بڑا آدمی دنیا میں کہیں نہیں ملے گا"

اگلے روز اختر دنیا میں سفر کرنے کے لئے صبح سویرے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے پاس ایک روٹی اور چند پیسوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اُسے سڑک پر ایک دھیڑ عمر کا آدمی ملا جس کے چہرے سے سنجیدگی اور خاموشی ٹپک رہی تھی اور معمولی رفتار سے اسی سمت میں جا رہا تھا۔

"میاں صاحبزادے! سلام" مسافر نے کہا۔ گو اس کی آواز نرم تھی مگر اختر کو سخت ہی معلوم ہوئی "تم اتنے اندھیرے منہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اور کہاں جانے کا ارادہ ہے"

اختر سیدھا سادا اور صاف طبیعت کا لڑکا تھا۔ اُس نے اپنی اس تھوڑی سی زندگی میں نہ کبھی جھوٹ بولا تھا اور نہ اب بولنا چاہتا تھا۔ ایک دو منٹ توقف کے بعد کہنے لگا "میں مدرسہ سے مولوی محنت علی سے تنگ آ کر بھاگ آیا ہوں اور اب ایسی جگہ

کی تلاش میں ہوں جہاں مولوی محنت علی نہ کبھی دکھائی دے اور نہ میں اس کے متعلق کچھ سن سکوں"

"بہت خوب۔ میرے ننھے دوست۔ بہت خوب!" مسافر نے کہا۔ "ہم دونوں ایک ساتھ سفر کریں گے۔ میں بھی تمہاری طرح محنت علی سے نفرت کرتا ہوں اور ایسے ہی مقام کی تلاش میں ہوں جیسے کہ تم"

اگر اختر کو اس کا کوئی ہم عمر ساتھی مل جاتا تو وہ اس کے ساتھ سڑک کے کنارے پھول چنتا، تیتریوں کے پیچھے دوڑتا۔ اپنے سفر کو خوشگوار بنانے کے لئے سب کچھ کرتا اور بہت خوش ہوتا۔ مگر وہ اتنی عقل ضرور رکھتا تھا کہ دنیا کے سفر میں اسے ایک تجربہ کار آدمی کے ہمراہ ہونے سے بہت آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس لئے اس نے مسافر کی بات مان لی اور دونوں ہنسی خوشی ساتھ ساتھ سفر کرنے لگے۔

وہ ابھی بہت دور نہیں گئے تھے کہ سڑک کے ایک کھیت کے پاس سے گذرے جہاں چند آدمی لانبی لانبی گھاس کے گٹھے بنا رہے تھے۔ اختر کو گھاس کی بھینی بھینی مہک بہت بھلی معلوم ہوئی۔ اس نے خیال کیا کہ یہ منظر کتنا اچھا ہے کہ سورج کی دھوپ میں گھاس کے انبار لگائے جائیں اور پاس کے درختوں اور جھاڑیوں سے پرندوں کے شیریں نغمے کانوں میں آتے رہیں۔ کہاں یہ کہ تمام دن مدرسہ کی تاریک کوٹھری میں بند سبق یاد کرتے رہیں اور مولوی محنت علی کی جھڑکی و لعنت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

وہ انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا پتھر کی دیوار کی دوسری طرف دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا "جلدی چلو جلدی! ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ جانا چاہئے ورنہ وہ ہمیں پکڑ لے گا"

"کون پکڑ لے گا؟" مسافر نے دریافت کیا۔

"محنت علی۔ مکتب کا بوڑھا مولوی" اختر نے جواب دیا۔ "کیا وہ تمہیں ان آدمیوں کے

درمیان میں دکھائی نہیں دیتا؟ اور اختر نے ایک پیر مرد کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو کھیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اسی نے اُن مزدوروں کو کام پر لگا رکھا تھا۔ اُس نے اپنا کوٹ اور واسکٹ اتار رکھا تھا اور اپنی قمیص کی آستین چڑھا کر خود بھی کام میں مشغول تھا۔ اُس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے آ آ کر جمع ہو رہے تھے مگر وہ ایک لمحہ بھی دم نہ لیتا تھا۔ اور کام کرنے کے ساتھ چیخ بھی رہا تھا "جلدی کرو۔ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے" تعجب اس بات کا ہے کہ بوڑھے کسان کی شکل و شباہت بالکل مولوی محنت علی سے ملتی جلتی تھی چونکہ غالباً اس وقت مکتب میں داخل ہو رہا ہوگا۔

"ڈرو نہیں، مسافر نے کہا "یہ مولوی محنت علی نہیں ہیں بلکہ اس کا بھائی ہے" اس نے کسان کا پیشہ اختیار کر لیا ہے اور آدمی کہتے ہیں یہ اس سے زیادہ برا ہے۔ لیکن وہ تم کو کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک تم اس کے کھیت میں مزدور بن کر داخل نہ ہو جاؤ۔ ننھے اختر کو اپنے ساتھی کی بات پر یقین تو آگیا، مگر وہ اس بوڑھے کسان کو جو مولوی محنت علی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا فوراً ہی نظروں سے اوجھل کر دینا چاہتا تھا۔ (باقی آئندہ)

(سید حمید الظفر از کرنال)

عددوں کی دلچسپ باتیں

کسی لڑکے سے کہو کہ وہ ا سے ۹ تک کے ہندسے لکھے مگر ۸ کا ہندسہ نہ لکھے۔ جب وہ یہ ہندسے لکھ چکے تو اس سے پوچھو کہ ان ہندسوں میں کون سا ہندسہ بھدا لکھا ہوا ہے، جو ہندسہ وہ بتائے اس کو ۹ سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو اسے لیکر ۹ تک کے اُن ہندسوں سے ضرب دو جو تم نے ۸ کے بغیر لکھے تھے۔ اب تم دیکھو گے کہ حاصل ضرب میں سوائے اُس ہندسہ کے کوئی اور ہندسہ نہ آئے گا جو اُس نے خراب لکھا تھا۔ مثلاً فرض کرو کہ اس نے ۴ کا ہندسہ خراب بنایا تھا تو ۴ کو ۹ سے ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے۔ اب ۳۶ کو اسے لیکر ۹ تک کے لکھے ہوئے ہندسوں سے ضرب دو

١٢٣۴۵۶٧٩
٣۶
٧۴٠٧۴٠٧۴
٣٧٠٣٧٠٣٧
۴۴۴۴۴۴۴۴۴

(محمد اسحاق۔ صدر بازار۔ دہلی)

طلبہ کے مضامین

جی حضور!

رحیم ۔ آپا کوئی کہانی کہہ دو۔

آپا ۔ کہانی تو میں کہہ دوں گی لیکن یہ تو بتاؤ کہ آج تم نے مولوی صاحب سے کیا پڑھا؟

رحیم ۔ سیپارہ اور اردو کی کتاب۔

آپا ۔ اردو کی کتاب میں کون سا سبق پڑھا؟

رحیم ۔ خوشامد والا مضمون۔

آپا ۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ مضمون کس نے لکھا تھا؟

رحیم ۔ نہیں تو آپا!

آپا ۔ یہ مضمون سر سید احمد خاں نے لکھا تھا۔

رحیم ۔ آہا ۔ وہی سر سید احمد، نا جن کے متعلق رسالہ ہونہار میں مضمون چھپا تھا۔

آپا ۔ ہاں وہی سر سید احمد۔

رحیم ۔ مضمون تو آپا! بہت اچھا تھا۔

آپا ۔ لو خوشامد کے متعلق مجھے بھی ایک قصہ یاد آگیا۔ لیکن آج صرف وہی قصہ سناؤں گی۔ دوسری کہانی کے لئے ضد نہ کرنا۔

رحیم ۔ کہئے۔ دوسری کہانی کے لئے ضد نہ کروں گا۔

آپا ۔ اچھا تو لو سنو! ایک افسر ایک دن اپنے ایک ماتحت بابو سے کہنے لگا کہ دیکھو جی! ریل بھی کس قدر خراب سواری ہے۔ نہ کسی کا خیال نہ کسی سے مطلب۔ اپنے وقت سے آئی اپنے وقت سے چلی گئی۔ مجھے ریل کی سواری ناپسند ہے۔ بابو نے جواب دیا: "جی ہاں حضور بالکل درست ہے"

دوسرے روز وہی افسر پھر اُس بابو کے پاس آیا اور کہنے لگا "موٹر کی سواری بھی ٹھیک نہیں۔ ذرا کچھ خرابی آگئی گھنٹوں کھڑی ہے۔ سواری تو ریل ہی کی ہے۔ وقت پر آئی اور چلی گئی۔ گھنٹوں کا فاصلہ منٹوں میں

طے ہو جاتا ہے۔ اور پھر کوئی خطرہ نہیں"
بابو نے کہا: "جی ہاں حضور! ریل کا کیا کہنا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی سواری ہو سکتی ہے؟"
افسر کو بہت غصہ آیا اور وہ بابو کی طرف دیکھ کر بولا: "تم تو کل ریل کو بہت بُرا بتلاتے تھے اور آج کہتے ہو کہ بہت اچھی سواری ہے تم بہت خوشامدی ہو"
بیچارے بابو اس قدر شرمندہ ہوئے کہ پھر جب کبھی اُس افسر سے ملتے تو خاموش ہی رہتے۔
رحیم۔ بس آپا کہانی ختم ہو گئی؟
آپا۔ ہاں ختم ہو گئی۔ یہ بالکل سچی کہانی ہے۔ کل اس سے بھی اچھی کہانی سناؤں گی۔ اب تم آرام کرو۔ (مبشر علی صدیقی)

لطیفہ

آقا۔ گوبھی بھی کیا بُری ترکاری ہے۔ اس کے کھانے سے ہزاروں قسم کی پیٹ کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں
نوکر۔ جی ہاں سرکار بڑی بُری ترکاری ہے۔
آقا۔ کل میں گوبھی کی تعریف کر رہا تھا تو تم بھی تعریف کر رہے تھے اور آج جب میں برائی کر رہا ہوں تو تم بھی برائی کر رہے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔
نوکر۔ سرکار میں گوبھی کا نوکر نہیں ہوں۔ آپ کا نوکر ہوں۔ جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی کروں گا۔ (مبشر علی صدیقی ساغر بدایونی)

ہ اور م کی لڑائی

ایک دفعہ ہ اور م میں بڑی لڑائی ہوئی دونوں ایک دوسرے کو خراب سمجھتے تھے۔ میں بھی کھڑا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا۔
ہ بولی۔ ارے تجھ سا مُردار دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔ تو محنت، مزدوری کرتا ہے۔ مرتا ہے تو تجھے مرگھٹ لے جاتے ہیں۔
م نے کہا اری جا تو مجھ سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ اگر میں ......
م اپنی بات کو ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ہ نے بات کاٹ کر کہا۔ ارے مکھی اور مچھ

کے عزیز! یہ اگر مگر رہنے دے ۔ مجھے دیکھ
میں ہر وقت ہنس مکھ رہتی ہوں۔ آپ
ہنستی ہوں اور دوسروں کو ہنساتی ہوں
ایک تو ہے کہ ہر وقت مُنہ پھیلائے رہتا ہ
ے اب میری خوبیاں سُن!

میں درختوں کی ہریالی
تہواروں میں ہولی
جانوروں میں ہاتھی اور ہرن
جواہرات میں ہیرا
پہاڑوں میں ہمالیہ پہاڑ
تعداد میں ہزار ہوں

میں ہر ایک کی ہمدم اور ہمدرد ہوں
اگر میری ہوا نہ چلے تو انسان پل بھر بھی
زندہ نہ رہ سکیں۔ بتا تجھ میں بھی کچھ ہے؟

اب تو م سے بھی نہ رہا گیا۔ بولی
میں میوہ اور مٹھائی ہوں اور تو ہڈی
میں کہنا ماننے والا اور تو ہٹ دھرم
ارے دیکھ مولسری کے پھول میں کتنی خوشبو
ہوتی ہے ۔ کیا کبھی تو نے مور بھی دیکھا ہے؟
کیسا خوب صورت ہوتا ہے! دنیا میں
ہر ایک جگہ میں موجود ہوں اور میری مثال
ملنی مشکل ہے ۔

ہ چپ چاپ م کی ڈینگیں سنتی
رہی۔ جب وہ چپ ہو گیا تو وہ چاہتی تھی
کہ اُسے ایسا منہ توڑ جواب دے کہ اس
کی ساری شیخی کرکری ہو جائے

اب مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے اُسے
روک دیا۔ اور کہا "بھائیو تم آپس میں
لڑتے کیوں ہو؟ ۔ ایک ہیرا ہے تو دوسرا
موتی ۔ ایک ہار تو دوسرا مالا ۔ ایک ہی
چیز کے جدا جدا دو نام ہیں ۔ تم دونوں ایک
ہو۔" یہ کہکر میں نے دونوں کو ملا دیا۔
اور وہ مل کر ہم ہو گئے۔

(عبدالاحد ۔ از کراچی)

سوالات ۔ اِس مضمون کے پڑھنے سے
تمہیں کیا سبق حاصل ہوا۔
م اور ہ سے جو الفاظ اِس مضمون میں
بنے ہیں انھیں علیحدہ لکھ کر اپنے استاد کو دکھاؤ۔

دھوبی کا راگ

ہوئی شام تو میں نے بھٹّی چڑھائی | بہت ساری آگ اُس کے نیچے جلائی
جوں ہی جا کے لیٹا بڑی نیند آئی | اندھیرے اٹھا اور لادی اٹھائی
سویرے سے پانی کے اندر کھڑا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو - کیے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو -

دیے مجھکو لا لا کے لوگوں نے کپڑے | بہت ہی غلیظ اور میلے کچیلے
بنا دوں گا دھو دھا کے میں ایسے اجلے | نظر آئیں گے پھر سفید اور ستھرے
اسی واسطے دھوپ دکھلا رہا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو کیے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو

لگا کر کلف پھر سکھاؤں گا کپڑے | بہت جلد گھر لے کے جاؤں گا کپڑے
درست اِستری سے بناؤں گا کپڑے | نئے کر کے سارے دکھاؤں گا کپڑے
ہمیشہ اِسی طرح کرتا رہا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو کیے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو -

یہ کپڑے جو ہو جائیں تیّار سارے | اِکھٹّے کروں گا دھلائی کے پیسے
تو اِن سے پلیں گے مرے بال بچّے | میں بنواؤں گا اپنی بیوی کے گہنے
یہ سب ٹھنڈ اسی واسطے کھا رہا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو کیے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو

(مرسلہ عبد الواحد از کراچی)

سستی کا نتیجہ

ایک شخص کے تین لڑکیاں تھیں۔

ایک دن اس نے تینوں کو اپنے پاس بلایا اور انھیں علیحدہ علیحدہ کپڑوں پر ریشمی کام کاڑھنے کو دے کر کہا کہ میں چھ دن کے بعد تمہارے کام کو دیکھوں گا۔ جس کا کام اچھا ہوگا اس کو انعام دیا جائے گا۔

تینوں لڑکیاں اپنے اپنے کام لے کر چلی گئیں۔ ان میں بڑی لڑکی ذہین تھی اور کام میں بہت ہوشیار تھی۔ اُس نے دل میں سوچا کہ یہ کام تو میں دو ہی دن میں ختم کرلوں گی ابھی سے اِس کام کو کیوں لے بیٹھوں۔ اس لئے وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود میں لگ گئی۔

دوسری لڑکی نے سوچا کہ یہ کام تو کوئی ایسا سخت نہیں ہے۔ اسے تو میں تین ہی روز میں ختم کرلوں گی۔ تین دن پہلے اِس کام کو شروع کیوں کیا جائے؟۔ کام ختم کرنے میں تو چھ دن ہیں اس لئے دو دن کے بعد کام کرنے کے لئے بیٹھوں گی۔

تیسری لڑکی اِن دونوں سے چھوٹی تھی۔ اُس نے سوچا کہ میں تو کمزور ہوں، آہستہ آہستہ اِس کام کو آج ہی سے شروع کردوں۔ تاکہ کام چھ دن میں ختم ہو جائے۔

چنانچہ اس نے باپ کا حکم سنتے ہی اپنا کام شروع کردیا۔ اور چھٹے دن اپنا کام ختم کرلیا۔

منجھلی لڑکی چوتھے روز بیمار ہوگئی۔

بڑی لڑکی جب پانچویں روز کام پر بیٹھی تو اس نے جلدی اور گھبراہٹ میں اپنا کام خراب کردیا۔ اور چھٹے روز بھی اس کا کام ادھورا پڑا رہا

ساتویں روز جب اِن تینوں بہنوں کو بلا کر باپ نے ان کا کام دیکھا تو بڑی لڑکی کا کام نہایت خراب تھا۔ باپ نے اس سے کہا کہ یہ تیری شیخی کا نتیجہ ہے جو تو نے اس کام کو آسان سمجھ کر ٹال رکھا تھا۔ اور آخر کار ناکام رہی

منجھلی لڑکی تو بیمار ہی تھی۔ چوتھے روز تو وہ کام ہی نہ کرسکی۔ کپڑا اور ریشم ویسے کا

ویسا ہی باپ کے سامنے رکھنا پڑا۔ باپ نے اس سے کہا کہ اگر تو اِس کام کو بیمار ہونے سے پہلے ہی شروع کردیتی تو آج خالی کپڑا نہ لاتی۔

چھوٹی لڑکی نے جب اپنا بنایا ہوا کام باپ کے سامنے پیش کیا تو باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کا کام بہت پسند کیا۔ اسے پیار کرکے انعام دیا۔

ہونہار بھائیو اور بہنو! یاد رکھو آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔

(سید محمد نظر حق - از آرہ)

تجارت

ہندوستان کے عقلمند لوگوں نے تجارت کو کھیتی سے دوسرا درجہ دیا ہے لیکن جو بات تجارت میں ہے کھیتی باڑی میں نہیں ہے۔

تجارت روپیہ جمع کرنے اور مالدار بنانے کی [illegible]ن ہے۔ یہ کفایت شعاری سکھاتی ہے۔ سوداگر چاہتا ہے کہ روپیہ اکٹھا ہو۔ فلاں قسم کا مال دکان میں رکھوں تاکہ گاہک واپس نہ جائیں۔ غرض جو دس میں روپے کماتا ہے پھر دکان میں ڈال دیتا ہے خرچ کم کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میرا کام روپے کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس میں دو بڑے فائدے ہیں پہلا روپیہ جمع کرنا دوسرا روپے کے ساتھ آمدنی کا بڑھنا۔ تاجر ہمیشہ کفایت شعاری سے کام کرتا ہے۔ زیادہ خرچ کرنے سے ڈرتا ہے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔

تجارت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دم بھر میں لکھ پتی کردیتی ہے۔ تاجر لوگ بڑی عزت پاتے ہیں۔ تجارت امیرانہ پیشہ ہے جس میں محنت کم کرنی پڑتی ہے اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے تاجر تو گویا بادشاہ ہیں۔ نوکر چاکر خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ گماشتے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ سوداگر صاحب صرف نگرانی کرتے ہیں اور گدی پر تکیہ لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے دوکاندار بھی مزہ کرتے ہیں

عام ملازموں سے اچھے رہتے ہیں۔ جب چاہا دوکان کھول دی۔ جب چاہا دوکان بند کردی۔ کوئی غیرحاضری کی رپورٹ نہیں غفلت یا رشوت کا جرم نہیں اور نہ اُن کو کوئی موقوف کرسکتا ہے۔ غرضیکہ تجارت بڑا معزز پیشہ ہے اور ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے ہاں کسی قدر واقفیت، محنت، استقلال اور انتظام درکار ہے اور حساب میں بہت مہارت حاصل ہونی چاہئیے۔

تجارت میں سب سے زیادہ فائدہ اُس چیز میں ہوتا ہے جس کو عام لوگ استعمال کرتے ہوں جیسے غلّہ وغیرہ۔ اور کھانے کی چیزیں دوسرے درجہ پر کپڑے کی تجارت ہے پھر برتنوں کی۔ اس کے بعد عمارت کے سامان اور مصالحہ کی۔ سامانِ عیش کی تجارت کا نمبر سب کے بعد آتا ہے۔

افسوس کہ ہم لوگ تجارت کرنا عیب سمجھتے ہیں اور اگر کرتے ہیں تو پان سپاری کی کرتے ہیں۔ جس میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم لالہ بنیا نہیں بننا چاہتے۔ اُن کو یہ خبر نہیں کہ بنیا تو وہی بنتا ہے جس کے گھر میں کچھ ہو اور جو دوکانداری کی لیاقت بھی رکھتا ہو غلّے کی تجارت ایک اچھی تجارت ہے مگر ایسا نہ ہونا چاہئیے کہ تمام ملک کا غلّہ بند کرکے اپنے گھر میں رکھ دیا جائے اور لوگ مہنگے ہونے کی وجہ سے بھوکوں مریں۔ ایسا بنیا بننا بہت برا ہے۔

پس اے میرے ہونہار بھائیو خوب پڑھو اور پڑھ کر تجارت کرنے کی کوشش کرو۔ کارخانے کھولو۔ فیکٹریاں قائم کرو۔ تمام ضرورتوں کا سامان ہندوستان ہی میں بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے نہ صرف تمہاری ہی ترقی ہوگی بلکہ بہت سے غریب لوگوں کی مدد ہوگی۔ ملک فارغ البال اور خوش حال ہوجائے گا اور دنیا میں بھی تمہاری عزت ہوگی۔

(لیکھو رام - از بنوں)

پہیلیاں

۱۔ زمزم کا پانی زمرد کا ڈھکنا۔ سمجھ بوجھ کے کہنا۔ بیہودہ نہ بکنا (تربوز)

۲۔ چار کبوتر چار ہی رنگ۔ گھونسلے میں جاکے ایک ہی رنگ۔ (پان)

۳۔ چار یار چلے بازار۔ ایک کے سر پہ ٹوپی ایک کے سر پہ بال۔ ایک کے پیٹ میں گودا۔ ایک کے پیٹ میں دال۔

(لسوڑہ۔ کسیرو۔ کیلا۔ امرود)

۴۔ عقل کی کوٹھڑی نقل کے کواڑ۔ لونگوں کے گچھے پانی کی بہار (تربوز)

۵۔ ایک بالشت کا بابا۔ نو گز کی داڑھی (پرنالہ)

۶۔ ایک بے ایمان سو من کا بوجھ اٹھائے کھڑا ہے۔ (کھمبا)

(۷) پہاڑوں پر آئے روڑے اور آنتوں کے سر توڑے (اخروٹ)

۸۔ مخمل کے بوٹے ہیں اوئی اوئی کے بیج (سرخ مرچ) ملک غلام حیدر راز سیالکوٹ

ایک عجیب معمہ

کسی شہر میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ اس کے تین لڑکے تھے۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے تینوں لڑکوں کو بلا کر کہا "میرے پیارے لڑکو! میری موت کا وقت آگیا ہے۔ میں اپنے ساتھ کچھ لے کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ اپنا سب دھن دولت مثلاً ہیرے، جواہرات، گائیں بیل گھوڑے مذین وغیرہ تم کو دے دوں گا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ تم اسے برابر برابر تقسیم کرو گے لیکن میرے پاس سترہ ہاتھی بھی ہیں۔ تم ان کو اس طرح تقسیم کرنا کہ میرے بڑے لڑکے کو ان میں سے نصف منجھلے لڑکے کو تہائی اور چھوٹے لڑکے کو نواں حصہ ملے"۔

ان کے باپ کی یہ وصیت تھی کہ نہ کوئی ہاتھی بکے اور نہ کوئی کاٹا جائے۔

ہونہار بھائی اس معمہ کو حل کریں۔

(محمد الیاس پنجابی اسکول دہلی)

ارشد کی مینا

نمبر ۲

ایک دن کسی صاحب نے ارشد میاں سے مذاق کے طور پر کہا کہ "آپ ہندوستان کی آزادی کے واسطے تو اتنی کوشش کر رہے ہیں مگر اس بیچاری مینا کو یوں قید کر رکھا ہے"

ارشد میاں اس مذاق کو سمجھ گئے اور انھوں نے پنجرا کھول دیا۔ مینا پنجرے میں سے نکل کر ارشد میاں کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ اپنی چونچ سے ان کو پیار کرنے لگی۔ پھر وہاں سے اڑ کر میز پر جا بیٹھی اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ارشد میاں نے بعد کو ایک مختصر سی تقریر کی۔

"صاحبان! اگرچہ یہ صرف مذاق تھا اور ابوبکر صاحب کے کہنے سے میں نے اس مینا کو آزاد کر دیا تھا۔ مگر یہ اڑی نہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ مینا کو یہاں رہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اگر میں اس کی کوئی حق تلفی کرتا۔ تو یہ ضرور اس موقع کو غنیمت سمجھکر اپنے آپ کو آزاد کر لیتی اور اُڑ جاتی۔ میں نے اس کی بچپن سے پرورش کی ہے اور اس کے ہر پیدائشی حق کو مدنظر رکھا ہے اس لئے یہ مجھ سے "ترک موالات" نہیں کر سکتی"۔

مینا۔ اللہ اکبر۔

(ایزی لکھنؤ)

بکھرے ہوئے موتی

۱۔ کامیاب ہو کر مغرور نہ ہونا چاہئے۔

۲۔ اگر تم کسی کے سچے دوست ہو تو اس کے عیبوں کو اس کے دوستوں سے علیحدہ ہو کر ظاہر کرو۔

۳۔ عبادت خدا سے جی نہ چراؤ ورنہ تم انسان کہلانے کے مستحق نہ ہوگے۔

۴۔ محنتی شخص کبھی مفلس نہیں رہتا۔

۵۔ زیادہ ہنسنا آخر کو رلاتا ہے۔

(مرسلہ بشیر علی بدایونی)

ہنسی کی باتیں

ہارون کے والد۔ اچھا ہارون مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسکول میں پڑھتے نہیں بلکہ کھیلتے رہتے ہو۔
ہارون۔ ابا جان! پڑھوں کیا خاک؟ ماسٹر صاحب تو بیمار ہیں۔

زہرہ (جو ابھی اسکول سے آئی ہے)
امی جان آج میں نے اسکول میں ایک نیا تماشا دیکھا!
زہرہ کی والدہ۔ کیا تماشہ دیکھا بیٹی ہمیں بتاؤ
زہرہ۔ امی جان آج ایک لڑکی نے اسکول کی میز کی دراز میں تین چوہے مار کر ڈال دیئے

حمید (اپنے چھوٹے شریر بھائی سے) مجھے ایک چھچھوندر کی ضرورت ہے۔
مجید۔ کیوں آپ کیا کریں گے؟
حمید۔ تم کو کھلاؤں گا۔

(ثریا بیگم بنت ایس سراج الدین صاحب کلکتہ)

ماں۔ احمد تو سب مٹھائی کھا گیا؟
احمد۔ اماں! اس لئے کہ آپ نے کہا تھا کہ چھوٹے بچے مٹھائی کھانے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کہیں کہ چھوٹا بھیا کھا کر کہیں بیمار نہ ہو جائے۔

جانے والا۔ (ایک مسافر سے) بھائی یہ یہ راستہ کدھر کو گیا ہے؟
مسافر۔ جدھر آپ پہونچ جائیں۔
جانے والا۔ میں کہاں پہونچوں گا؟
مسافر۔ جہاں آپ کو جانا ہے۔
جانے والا۔ مجھے کہاں جانا ہے؟
مسافر۔ یہ تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔
جانے والا۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔

ماخوذ

دلچسپ معلومات

ہندوستان کا دوسرے ممالک سے مقابلہ

رقبہ اور آبادی

نام ملک	رقبہ ہزار مربع میل میں	ایک ہندوستان میں کتنے ملک سما سکیں گے	آبادی لاکھ میں	ایک ہندوستان میں کتنے ملک آباد ہوں گے
ہندوستان	۱۸۰ ، ۵	۰	۳۱۸ ، ۹	۔
جرمن	۲۵ ، ۸	۷ جرمن	۲۵ ے ۲	۶ جرمنی
فرانس	۲۲ ، ۴	۸ فرانس	۴۱ ، ۶	۸ فرانس
اٹلی	۱۵ ، ۰۶	۱۲ الہ اٹلی	۴۱ ، ۵	۸ اٹلی
روس	۱۲۵۰ ، ۷۵	۷ ہندوستان	۱۴۰ ، ۵	۲½ روس
جاپان	۱۶ ، ۴	۱۱ جاپان	۶۲ ، ۲	۵ جاپان
برطانیہ	۱۲ ، ۰۳	۱۵ برطانیہ	۴۹ ، ۹	۷ برطانیہ
ریاست متحدہ امریکہ	۳۲۵ ، ۵	۲½ ہندوستان	۱۱۵ ، ۲	۲¾ امریکہ

روزانہ آمدنی فی کس

امریکہ ... ... ۹ روپے ۲ آنے

برطانیہ ... ... ۴ روپے ۱۱ آنے

فرانس ... ... ۳ روپے نو آنے۔

اٹلی ... ... ایک روپیہ ۹ آنے

جاپان ... ... ۳ روپے ۲ آنے

ہندوستان ... ... ایک آنہ ۴ پائی

ناخنوں پر تصویریں

آج کل یورپ کی فیشن پرست عورتوں کو ناخون پر کسی آدمی یا چیز کی تصویر بنوانے کا شوق ہوگیا ہے۔ ناخون پر کپڑے کی ر تصویروں کی طرح چھوٹی چھوٹی تصویریں بنائی جاتی ہیں اور پھر ناخون پر نہایت احتیاط سے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔

انگلستان کی عورتیں پھول پتوں کی تصویریں بنوانا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اپنے شوہروں کی تصویریں ناخونوں پر بنوا لیتی ہیں۔

ناخونوں پر میناکاری کا کام اس شیشہ کی مدد سے ہوتا ہے جو کہ چھوٹی چیزوں کو بڑا کر کے دکھاتا ہے۔ اکثر ایک ناخون پر میناکاری کرنے میں پورا ایک دن صرف ہو جاتا ہے۔

(سید نظر حق عرف ننھے از آرہ)

ہوائی قمار خانے

اب تک جوئے خانے صرف زمین پر تھے لیکن ہر جگہ پولیس کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اب مغربی ممالک میں ہوائی جوئے خانے قائم کئے گئے ہیں۔

جواری ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد اور ہوا کی انتہائی بلندی پر پہنچنے کے بعد اُن میں جوا کھیلنا شروع کر دیتے ہیں اور نہایت بے فکری کے ساتھ پولیس کے خوف کے بغیر جوا کھیلتے رہتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے اِس ناجائز استعمال پر پولیس نہایت پریشان ہے

ہندوستان میں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ نوّے لاکھ کا فرق ہے۔ صرف ایک شہر کلکتہ میں مردوں کی تعداد عورتوں سے دوگنی ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ سینے کی مشین ہاتھ کی نسبت بارہ گنا زیادہ کام کرتی ہے۔

تنقید اور تبصرے

رسالہ پیشوا دہلی کا رسول نمبر

رسالہ پیشوا ایک عرصہ دراز سے جناب عزیز حسن صاحب بقائی کی ادارت میں دہلی سے نکل رہا ہے۔ اس کے مضامین زیادہ تر مذہبی ہوتے ہیں جو لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح زندگی۔ تعلیم اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے واقف ہونا چاہتے ہیں ان کو یہ رسالہ مشعل راہ ہدایت کا کام دیتا ہے۔ اس رسالہ میں تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے اس کی سالانہ قیمت صرف دو روپے ہے۔ نمونہ دفتر پیشوا دہلی سے طلب کیجئے۔

پہلے سالوں کی طرح ماہ ربیع الاول میں اس کا رسول نمبر شائع ہوا ہے جس میں ۲ سہ رنگی ۳۱ یک رنگی تصویریں ۴۰ نظمیں اور ۵۰ سے زیادہ مضامین ہیں۔ لکھائی چھپائی اور ٹائٹل نہایت عمدہ ہے اس میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی زندگی پر بہترین مضامین ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر اور اتنا ضخیم رسول نمبر ابھی تک نہیں نکلا جس کے لئے جناب عزیز حسن صاحب مستحق مبارکباد ہیں۔

اس اکیلے نمبر کی قیمت عہ ہے لیکن رسالہ کے مستقل خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جاتا ہے۔

رسالہ ادیب پشاور کا کابل نمبر

ہندوستان کے مشہور رسالہ ادیب کا حال ہی میں کابل نمبر شائع ہوا ہے جس میں افغانستان کے متعلق بہت کافی معلومات ہیں۔ جا بجا کابل کی تمام مشہور سرکاری عمارتوں کے فوٹو دیئے ہوگئے ہیں۔ اعلیحضرت شاہ نادر خاں کا فوٹو شاہی لباس میں قابل دید ہے۔ ابتدا میں افغانستان کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے بعد افغانستان کے انقلاب کے متعلق نہایت اچھے مضامین اور نظمیں ہیں۔ "جوش جہاد" کی ایک سہ رنگی تصویر ہے۔ ملا رموزی صاحب کا مضمون "ستے کے بچے" پڑھنے کے قابل ہے اس کے علاوہ کئی افسانے ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں۔ ۴۰ سے زیادہ فوٹو بلاک کی تصویریں ہیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت نفیس ہے خصوصاً ٹائٹل اپنے اندر مخصوص جاذبیت رکھتا ہے۔ اس نمبر کی قیمت ۱۲ر ہے لیکن سالانہ خریدار کو مفت ملیگا سالانہ چندہ عہ ہے۔ دفتر رسالہ ادیب پشاور سے طلب کیجئے۔

رسالہ طور دہلی

یہ رسالہ حال ہی میں زیر ادارت جناب منظور احمد صاحب عثمانی بی اے جامعہ دہلی سے شائع ہوا ہے۔ جناب منظور احمد صاحب ایک نہایت تجربہ کار اخبار نویس ہیں جو ایک عرصہ تک اخبار ہمدرد مرحوم اور ملت دہلی میں ادارت کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ رسالہ کا مقصد اردو ادب کی خدمت ہے۔ رسالہ کے مضامین نہایت اچھے ہیں۔ ضخامت ۴۴ صفحے۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ سالانہ چندہ عہ۔ نمونہ دفتر رسالہ طور جامع مسجد دہلی سے طلب کیجئے۔

ادبی دنیا میں ایک تاریخی اجتہاد
مشہور و مقبول باتصویر رسالہ
پیمانہ (کا) تاج محل نمبر
اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری چیز
پیمانہ کا تاج محل نمبر یکم نومبر کو شائع ہوگا۔ اس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ تمام مضامین ادارہ کی طرف سے ہوں گے
اور وہ سب اس عظیم الشان قصر مرمریں او "فردوس ارضی" میں بیٹھکر لکھے جائیں گے جسکا نام "تاج محل" ہے
"تاج" کی متعدد رنگارنگ تصویروں کے علاوہ آرٹ کی بہترین تصاویر سے یہ نمبر مزین ہوگا مستقل خریداروں کی خدمت میں
بلا قیمت حاضر ہوگا غیر خریدار اصحاب سے صرف قیمت لیجائیگی۔ اگر آپ ابتک پیمانہ کے خریدار نہیں ہیں تو
آج ہی تین روپیہ بھیج کر
ایک سال تک "پیمانہ" کے اجتہادی اسکول کے مسلسل کارنامے ملاحظہ فرمائیے اور تاج محل نمبر مفت
مشتہرین
قصر الادب

پھوہڑ عورتوں کو سگھڑ بنانیوالی اُستانی
قدرت نے عورت کو مرد کا ہمدرد اس کا رفیق اور غمخوار بنایا ہے دنیا کی تمام دلچسپیاں و عیش و عشرت کا سامان اور مرد کی آسائش و آرام کا انحصار عورت کی ذات سے
وابستہ ہے خانہ داری کے کھیڑے سینا پرونا پکانا گھر کی آرائش بچوں کی پرورش روپے پیسے کا انتظام وغیرہ بہت سی ذمہ داریاں عورت کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ اگر عورت
پھوہڑ ہو تو اس گھر کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کا اندازہ وہی خوب کر سکتے ہیں جن کو ایسی عورتوں سے پالا پڑا ہے۔ اسی مشکل کو رفع کرنے کیلئے کتاب "اتالیق نسواں"
دس حصوں میں ایسی مرتب کی ہے کہ لڑکیوں کو سکھاتا ہے۔ بہو بیٹیوں کو سلیقہ شعاری اور انتظام خانہ داری سکھلانے میں کوئی دوسری کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں اس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔ اس کتاب پر عمل کرنے سے ہر عورت ہنرمند و سلیقہ شعار بن سکتی ہے کیونکہ ہر ایک مضمون کو شکلیں دیکر واضح کیا ہے اور پوری کتاب میں ۱۰۰۰ کے قریب شکلیں ہیں۔ سفید کاغذ پر خوشخط
طبع ہوئی ہے۔ علیحدہ حصہ کوئی فروخت نہیں ہوگا۔ قیمت مکمل کتاب علاوہ محصولڈاک (للعہ) چار روپیہ آٹھ آنہ ہے + کتاب ناپسند ہونے پر ایک ہفتہ تک ہم واپس کر لیتے ہیں
مختصر فہرست مضامین ملاحظہ ہو
حصہ اول۔ حساب ۱۵ شکلیں۔ تعریف حساب
سادہ جمع سے سادہ تقسیم تک کے قاعدے۔ دھیلا
پیسہ۔ تھیلی اور ان کے جوڑ تفریق کی مشق۔ مختلف
کار آمد پیمانے۔ تحویل جمع مرکب سے تقسیم مرکب تک +
حصہ دوم۔ کھانا پکانا۔ ۷۴ شکلیں۔ انسان
کی قدامت۔ مختلف پیشوں و ہنر کی ایجاد۔ کاشتکاری
شکار۔ پرانے برتن۔ چکنائی مٹھاس۔ گندم۔ دال۔ گوشت
مچھلی۔ انڈے۔ دودھ۔ پانی ترکاری پھل وغیرہ نمک لالمرچ
گرم مصالحہ۔ کلونجی میتھی سونٹھ۔ سونف۔ پودینہ۔ زعفران
نوشادر۔ بادام خشخاش۔ بالائی وغیرہ چینی۔ کلئی ایلومنیم
کے برتن۔ چاندی سونے۔ مراد آبادی چینی وغیرہ کے برتن۔
انگریزی۔ دیسی چولہے۔ ساگودانہ۔ اراروٹ۔ آٹا گوندھنا۔
خمیری روٹی۔ بیسنی۔ میٹھی پوری وغیرہ روٹیاں۔ مصالحہ کا
اندازہ۔ ترکاری کترنا۔ پیاز وادرک و ترشی ڈالنا۔ مختلف
طرح کی دال پکانا۔ آلو بینگن۔ چنے کی دال کا بھرتا۔ گوشت
پکانیکی احتیاط۔ قلیہ۔ قورمہ۔ کباب۔ پسندے۔ خاگینہ
مچھلی پکانا۔ برف۔ کباب چاول۔ تاہری۔ مختلف طرح کی
کھچڑی۔ پلاؤ۔ بریانی۔ میٹھے چاول وغیرہ۔ فیرنی۔ نان پاؤ
کے ٹکڑے۔ دلیا حریرہ۔ یخنی۔ نخود آب۔ آش۔ شوربا۔ دال
کی بڑیاں۔ املی پانی۔ سونٹھ۔ چٹنی۔ کھانے۔ پکوان
پھلکیاں۔ گلگلے۔ شکر صاف کرنا۔ کچوریاں۔ پھدیاں
سموسے۔ پھینیاں۔ دہی بڑے۔ زیرہ کا پانی۔ مربے
اچار۔ مٹھائیاں وغیرہ +
حصہ سوم۔ سینا پرونا۔ ۳۰ شکلیں۔ مختلف ملکوں
کے باشندوں کے لباس۔ سوئی قینچی۔ انگشتانہ۔ گز
چاک۔ موم۔ صابون۔ استری وغیرہ کپڑا قطع کرتے وقت
کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ پاجاموں کی تراش کرتہ
کف صدری۔ انگرکھا چغہ۔ جیب کی مختلف شکلیں
انگیا کرتی۔ شیروانی اچکن۔ قمیص۔ ویسٹ کوٹ
جاکٹ۔ پتلون۔ سکرٹ کوٹ کے مختلف طرز۔ بخیہ
تیپچی۔ ترپائی۔ کوک مارنا۔ لیٹواں سیون۔ مچھلی کانٹا کاج
جھالر بکیری ٹکئے۔ سلال بند۔ لباس پاک۔ ٹوپ
غلاف پوش۔ لحاف۔ توشک وغیرہ۔
حصہ چہارم۔ انشا و مضمون نویسی ۱۲ شکلیں
طرز خط۔ القاب و آداب۔ خط لکھنے کے اشارے خط کے
واسطے مطالب وغیرہ۔ طریق مضمون نویسی۔ کہانیاں
فقروں کو جوڑ کر کہانیاں بنانا۔ مضمون نویسی کے
مطالب۔ تشریح طلب محاورے۔ اشعار حل طلب
تصاویر کو دیکھ کر مضمون لکھنا۔
حصہ پنجم۔ ابتدائی مصوری۔ ۱۹۹ شکلیں
نقش پردازی کا سامان۔ چار خانے میں شکلیں بنانا۔
سیدھے خطوں کی شکلیں۔ گولائی مائل خطوں کی شکلیں
مجسم اشیاء کی شکلیں پھول پھل اور پتے وغیرہ۔
حصہ ششم۔ کپڑے رنگنا اور چھاپنا ۴ شکلیں
رنگ کی اہلیت اور کپڑے رنگنا غیر ولایت کے مصنوعی
رنگ۔ لکڑی کے چھاپے۔ لہریے بنانا۔ رنگین کپڑے کا
استعمال۔ گدڑی کا کام +
حصہ ہفتم۔ گوٹہ کناری کی ٹکت۔ ۱۲ شکلیں
ٹکت کی چیزیں۔ گوٹے کے جال اور حاشیے۔ گوٹہ کا
کناو۔ جال گوکھرو کا کام۔ توئی۔ چھڑیاں۔ لہر۔ کیری
بوٹہ اور مصنوعی موتی کا کام +
حصہ ہشتم۔ کڑھت و چکن دوزی ۸۴ شکلیں
کاغذ کے پھول کترنا۔ کترن کا استعمال۔ کی مشق
چھاپا۔ تیپچی کی دو سوتیا۔ بھندے اور مختلف طرح کی
کڑھت۔ ریشم اور اس کے کام کی مشق۔ حروف اور
کی کڑھت۔ اس کے مختلف طرز کے پھول
چکر بیل۔ حاشیے۔ بوٹیاں۔ بہت سی قسم کے
پھول۔ انگریزی کڑھت۔ فیدر اسٹیچ۔ ساٹن اسٹیچ۔
فرنچ ناٹ۔ انگریزی حاشیے۔ ولایتی کڑھت
بہت سی قسم کی ڈوری کے حاشیے۔ انگریزی حاشیے
کشمیری مُرّوڑی کا کام اور نمونے۔ کلابتون کا کام اور
اسکی مشق کی بیلیں۔ سلمہ ستارے کا کام وغیرہ
حصہ نہم۔ مفید البنات ۸ شکلیں۔ جسم انسان کی تشریح
نظام استخوانی عضلاتی۔ دموی۔ عصبانی وغیرہ۔ حواس خمسہ
آلات تنفس و ہضم غدود اور کھال بیماری۔ قطب نما و قبلہ نما
دودھ کی شکل۔ اور دیگر مفید باتیں۔ موالید ثلاثہ
عناصر۔ تھرمامیٹر و بخار ناپنا۔
گھڑی کا ڈائل وغیرہ۔
حصہ دہم۔ انتظام خانہ داری۔ خرچ خانگی۔ لکھنے کا طریقہ
فہرست زیور و قیمتی اسباب۔ پاکٹ بک۔
غلاظت۔ روشنی۔ باورچی خانہ۔ دودکش۔ مختلف قسم کے
ایندھن۔ آبدار خانہ۔ حمام۔ صابون۔ پاخانہ۔ اجزاء دافع
عفونت۔ طعام خانہ۔ خوابگاہ۔ دیوان خانہ۔ زنان خانہ
مکان کی سجاوٹ۔ فرنیچر۔ لباس اور اسکی حفاظت وغیرہ
سامان سنگھار وغیرہ عطر۔ تیل۔ پھلیل وغیرہ۔
نوٹ۔ اس کتاب کے علاوہ ہمارے ہاں تعلیم نسواں سے متعلق
ہر قسم کی کتابیں قرآن مجید مترجم وغیرہ
فہرست مفت منگائیے +
ملنے کا پتہ
نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی ۔ دھلی

REGISTERED NO. L. 2630

THE HON-HAR

DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE
FOR BOYS AND GIRLS.

EDITOR

FAIYAZ HUSAIN NASIM (Jamai)

OCTOBER. 1930

Annual Subscription Rs. 3-4-0 Including Postal Charges

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس
دہلی میں طبع ہوکر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
سالانہ تین روپیہ
قیمت فی پرچہ

رسالہ ہونہار کے متعلق معاصرین کی رائیں

عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کے مشہور رسالہ "مجلہ عثمانیہ" کی رائے۔

یہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو جنوری ۱۹۳۰ء سے دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے اجراء کا مقصد یہ ہے "کہ لڑکوں میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کی جائے اور ہندو مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور پریم کے ساتھ رہنا سکھایا جائے تاکہ آیندہ مل کر ان کے دماغ آپس کی فرقہ دارانہ جنگ سے متاثر نہوں اور بچوں میں جو ترقی کرنے کا فطری جذبہ موجود ہے اس کو ابھارا جائے تاکہ وہ بھی آزاد ممالک کے بچوں کی طرح ترقی کرتے ہوئے نظر آئیں"

اس رسالہ کے پیش نظر جو مقصد ہے وہ بہت کٹھن ہے۔ اس کا پورا کرنا آسانی سے ممکن نہیں۔ تاہم اس باب میں خفیف سی کوشش ہر طرح مستحسن اور لائق مبارکباد ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ ارکان رسالہ نے اس کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ رسالہ کے مضامین ۳۸ صفحوں کے دو کالموں میں ہیں۔ رسالہ بڑی حد تک چھوٹے چھوٹے قصوں اور کہانیوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سنجیدہ اور ظرافت آمیز پیرائے میں بچوں کو نصیحتیں کی گئی ہیں۔ دو نظمیں بھی ہیں۔ بچوں کے اخبار مثلاً پھول، پریم، غنچہ وغیرہ سے مفید اقتباسات بھی دئے گئے ہیں۔ تفریحات کے عنوان کے تحت ظرافت آمیز مکالمے درج ہیں۔ حل طلب معمے بھی ہیں۔ بچوں میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا ہے۔ مختلف دلچسپ تصویریں بھی ہیں۔ غرض رسالے کو دلچسپ بنانیکی کوشش کی گئی ہے۔ مڈل اسکول کے طلبہ کے لئے یہ رسالہ کافی مفید ہے۔ لائق مدیر کا یہ دعویٰ کہ اس کا معیار کچھ بڑھا کر اتنا کر دیا گیا ہے کہ ہائی اسکول کے طلبہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں" صحیح نہیں ہے۔ ہائی اسکول کے طلبہ کے معیار سے کسی قدر گرا ہوا ہے (یہ رسالہ اکثر ہائی اسکول کے طلبہ کے لئے زیادہ خریدا گیا ہے۔ ایڈیٹر)

مضامین صاف ستھری زبان میں ہیں۔ بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ....

رسالہ بحیثیت مجموعی اچھا ہے۔ اگر وہ معمولی فروگذاشتوں کو چھوڑ کر موجودہ روش پر چلتا رہے تو مزید ترقی کریگا۔ چندہ سالانہ تین روپے چار آنے۔

منتظم ہونہار صدر بازار دہلی سے طلب کیجئے۔

(مجلہ عثمانیہ بابت جنوری ۱۹۳۱ء)

خطوط

میرے عزیز دوست نسیم تسلیم

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے قابلِ قدر رسالہ کے متعلق اپنے اخبار میں رائے ظاہر کرنے سے قاصر رہا۔ اور اس کی مجبوری کی وجہ یہ ہے کہ میرا اخبار پریس آرڈیننس کا شکار ہو کر اس وقت بقیدِ حیات نہیں ہے۔ اس لئے اپنی رائے بذریعہ خط آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں

میں نے اپنی ۱۰ فروری کی اشاعت میں جو رسالہ ہونہار پر ریویو کیا ہے اس وقت سے اب تک آپ نے اس میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا رسالہ ہندوستان کے جملہ بچوں کے رسالوں سے بہتر ہے۔ اس کے مضامین کا معیار اتنا عمدہ ہے کہ میرے خیال سے سب بچے اس کو پسند کرینگے آپ کے رسالے میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ مذہبی جھگڑوں اور باہمی نوک جھوک سے پاک ہے۔

مل چونکہ ایک قوم کے مستقبل کا زیادہ تر بچوں بچوں پر انحصار ہوتا ہے اس لئے بہتر ہوکہ آپ وقتاً فوقتاً سیاسی مضامین بھی شائع فرماتے رہا کریں۔ تاکہ شروع ہی سے بچوں کو اپنے ملکی اور قومی فرائض کا احساس ہونے لگے۔

خادم

چودھری ہرلوک سنگھ زندہ دل دہلوی

ایڈیٹر اخبار خبردار بلند شہر

مل۔ رسالہ ہونہار کے اجراء کا مقصد اور اس کی پالیسی کی کے متعلق جنوری اور فروری ۱۹۳۰ء کے رسالہ میں اعلان کیا جاچکا ہے

عزیزی السلام مسنون

غالباً آپ مجھسے ناواقف نہ ہوں گے۔ آپ کا رسالہ ہونہار عزیزی الیاس مجیبی کے نام آتا تھا جبکہ وہ اورنگ آباد میں مقیم تھے۔ اور رسالہ میرے ہی پتہ پر آتا تھا کئی نمبر میری نظر سے گذرے اور بہت پسند آیا۔ بچوں کے لئے بہت مفید ہے اور کامیاب رسالہ کہا جاسکتا ہے۔

مجھے جامعہ سے دلی تعلق ہے اور وہاں ایک سال رہا ہوں لہذا ہونہار کو دیکھ کر جی چاہا کہ اس کے لئے کچھ لکھتا رہوں۔ اورنگ آباد میں کئی بار ارادہ کیا مگر اپنی معروفیت اور افکار کی وجہ سے کچھ لکھ کر نہ بھیج سکا۔

اب یہ سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے اور دو مضمون اس خط کے ہمراہ بھیج رہا ہوں۔ یہ پہلی قسط ہے۔ ہراہِ کرم رسید سے اطلاع دیجئے۔ والسلام

محمد حسین محوی صدیقی لکھنوی

جونیر اردو لکچرار مدراس یونیورسٹی

ہندو اور سکھوں کے مندرجہ ذیل مشہور اخبارات

رسالہ ہونہار پر نہایت اچھا ریویو کرچکے ہیں

تیج دہلی	اکالی۔ امرت سر
ریاست دہلی	گرو گھنٹال۔ لاہور
بھارت دہلی	خبردار بلند شہر

ہندوستان کے دوسرے اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے اخبارات اور رسائل میں رسالہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرماکر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں

بچوں کا بہترین باتصویر ماہوار رسالہ

ہونہار

جلد ۲ | دہلی - بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء | نمبر ۳

فہرست مضامین

اس کے علاوہ دلچسپ تصویریں اندر ملاحظہ فرمائیے

پتہ۔ دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
ظفر قریشی دہلوی
نشتر بلرامی
مولوی شفیع الدین نیر دہلوی

آپس کی بات چیت

میری ڈیڑھ ماہ کی غیر حاضری

میں تقریباً ڈیڑھ ماہ سے دہلی میں موجود نہیں تھا بلکہ ایک نہایت ضروری کام سے حیدر آباد دکن گیا ہوا تھا ستمبر کا رسالہ میری غیر حاضری میں شائع ہوا۔ اس میں پریس اور کاتب کی غفلت کی وجہ سے چند غلطیاں رہ گئیں۔ اس کے علاوہ رسالہ کے شائع ہونے میں چند دن کی دیر بھی ہو گئی جس کا مجھے نہایت افسوس ہے۔ امید ہے کہ رسالہ ہونہار کے ناظرین میری مجبوریوں کا خیال کرتے ہوئے مجھے معاف فرمائیں گے۔

حیدر آباد دکن میں رسالہ ہونہار کی مقبولیت

رسالہ ہونہار حیدر آباد دکن میں عام طور سے بہت پسند کیا گیا۔ راجائے راجایان ہز ایکسی لینسی مہاراجہ کشن پرشاد صاحب یمین السلطنت و نواب سر سالار جنگ بہادر نے اس رسالہ کو پسند فرما کر اس کی خریداری منظور فرمائی۔ امرا اور رؤسا، جاگیرداروں اور منصب داروں نے اپنے اپنے بچوں کے لئے اسے جاری کرایا۔ اور حیدر آباد دکن کے تقریباً تمام مڈل اور ہائی اسکولوں میں رسالہ خرید اگیا اور وہاں کے صدر مہتمم صاحب تعلیمات نے اپنے ماتحت تمام اسکولوں کے نام ایک سرکلر (اشتہار) جاری کر دیا کہ "بلحاظ مضامین۔ کتابت وطباعت یہ رسالہ طلبہ کے لئے مفید ہے اس لئے مدرسوں میں جاری کرا لیا جائے"۔ چنانچہ تقریباً تمام صدر مدرس صاحبان نے رسالہ اپنے اپنے مدرسوں میں جاری کرا لیا۔

نیا پروگرام

اب ہم نے یہ طے کیا ہے کہ اس رسالہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے مضامین ہوں اور دوسرے حصہ میں بڑے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مضامین درج کئے جائیں۔ اس کے لئے ہم انتظامات

کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد اس سے بہتر رسالہ اِسی قیمت میں ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

غریب طلبہ کے لئے رعائت

رسالہ کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے اور بذریعہ وی پی تین روپے چھ آنے ہے لیکن وہ غریب طلبہ جو رسالہ جو ہونہار پڑھنا چاہتے ہیں اگر اپنے اسکول کے صدر مدرس سے یہ تصدیق کرا کر بھیجدیں کہ وہ واقعی رعائت کے مستحق ہیں تو اُن سے سالانہ چندہ صرف دو روپے چار آنے لیا جائیگا۔

مضمون نگار صاحبان سے درخواست

دفتر میں اکثر مضامین ایسے موصول ہوتے ہیں جن کی عبارت مشکل الفاظ سے پُر ہوتی ہے اور بعض مضامین ایسے بھی آتے ہیں جو ہونہار کی پالیسی کے خلاف ہوتے ہیں لہٰذا ایسے مضامین رسالہ میں شائع نہیں کئے جاتے۔ اس رسالہ میں شائع ہونے کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو مختصر ہوں۔ اُن سے کوئی اخلاقی نتیجہ نکلتا ہو۔ عبارت بہت آسان اور عام فہم ہو۔ مشکل الفاظ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کیا جائے۔

رسالہ ہونہار کے پچھلے پرچوں میں ہم نے قواعد وضوابط کے تحت میں لکھا تھا کہ "رسالہ مضمون نگار حضرات کی خدمت میں مفت روانہ کیا جائے گا" اکثر اسکولوں کے طلبہ نے اس سے غلط نتیجہ نکالا اور رسالہ مفت حاصل کرنے کے کیلئے غلط سلط مضمون بھیجنے شروع کر دئے۔ اِس قسم کے مضمون نگار طلبہ کے لئے ہم نے چند ہدایتیں لکھی ہیں جو اِسی رسالہ کے صفحہ پر درج ہیں اُمید ہے کہ وہ اُن ہدایتوں کا بنظر غور مطالعہ فرمائیں گے۔

مُلّا رموزی صاحب کے مضامین

مُلّا رموزی صاحب کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہندوستان میں وہ اِس وقت

سب سے بہتر ظریفانہ مضمون لگار شمار کئے جاتے ہیں۔ ہنسی ہنسی میں وہ ایسی باتیں بیان کر جاتے ہیں جن سے قوم کی خرابیوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا اخبار یا رسالہ نہیں ہے جس میں ان کے مضامین شائع نہ ہوتے ہوں۔ ظریفانہ مضمون لکھنے پر آپ کو ایک خدا داد قدرت حاصل ہے۔ اپریل کے رسالہ ہونہار میں آپ کا ایک خط بھی شائع ہوا تھا جس کو ہونہار بھائیوں نے مزے لے لے کر پڑھا ہوگا۔

اب ملا رموزی صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس رسالہ میں مستقل طور پر مضامین بھیجا کریں گے۔ ہم حضرت ملا رموزی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ یہ وعدہ اُن کو ضرور یاد رہے گا

ڈاکخانوں کی بدانتظامی

ہندوستان کے ہر رسالے اور اخبار کو شکایت ہے کہ ڈاکخانوں کی بدانتظامی کی وجہ سے اکثر رسالے اور اخبارات درمیان ہی میں ہضم ہوجاتے ہیں اور خریداروں کو نہیں ملتے۔ یہ مرض اب بالکل لاعلاج سا ہوگیا ہے کیونکہ بڑے سے بڑے اخبار اور رسالے کے دفتر سے بھی اس کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوسکا۔ ہم بھی اپنے تمام خریدار صاحبان کے پاس رسالہ فہرست سے مقابلہ کرنے کے بعد بھیجتے ہیں لیکن بعض صاحبان کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے پاس رسالہ نہیں پہونچتا۔ اس کا ہمیں نہایت افسوس ہے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی کہ ایمانداری کے ساتھ خط بھیجکر دوسرا رسالہ منگوا لیا جائے ۲۵ تاریخ تک اس کی اطلاع دفتر کو بھیج دینی چاہیئے۔ مہینہ ختم ہونے کے بعد رسالہ قیمتاً بھیجا جائے گا

ہونہار کا سالانہ نمبر

اگست کے رسالہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ ہمارے اسٹاف کا ارادہ ہے کہ دسمبر میں رسالہ ہونہار کا سالانہ نمبر شائع کیا جائے۔ لیکن چونکہ رنگین تصاویر کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوسکا اس لئے اس سال سالانہ نمبر نہیں نکل سکیگا۔

ایڈیٹر

بچوں کا ترانہ

جو ہیں غریب اُن کی امداد ہم کریں گے ‖ ناشاد جو ہیں ان کو دل شاد ہم کریں گے
آرام و عیش اپنا برباد ہم کریں گے ‖ کانٹا چبھے گا گل میں فریاد ہم کریں گے
جو درد ہو سراپا وہ دل ہمیں بنا دے

شیوہ رہے ہمارا جھک کر سلام کرنا ‖ اور میٹھی بولیوں سے ہر اک کو رام کرنا
خوش جس سے ہو خدا ئی سیکھیں وہ کام کرنا ‖ امداد بے کسوں کی ہر صبح و شام کرنا
آنسو میں وہ اثر ہو جو آگ کو بجھا دے

ہم مشکلات میں بھی سینہ سپر رہیں گے ‖ آئے اگر مصیبت خوش خوش اسے سہیں گے
دریا کی طرح اپنی موجوں میں ہم بہیں گے ‖ اوروں کی سب سنیں گے اپنی نہ کچھ کہیں گے
یارب ہمارے دل کو مضبوط تو بنا دے

اے بیکسوں کے والی منظور یہ دعا کر ‖ خدمت گذاریوں کی توفیق تو عطا کر
اخلاص کو ہمارا دنیا میں رہنما کر ‖ تجھ کو پکارتا ہے ممتاز ہاتھ اٹھا کر
یارب تو ہر بشر کو رحمت کا آسرا دے

(گلدستہ)

چلو جی

کسی گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو مسجد میں امامت کرتے تھے اور پیری مریدی کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ جاہلوں میں آپ کے تعویذ دھاگے کا بہت چرچا تھا۔ خاص کر جاہل عورتیں تو بہت معتقد تھیں انھیں پیر پرست بے وقوفوں کی بدولت مولوی جی کی پانچوں گھی میں تھیں۔ ایک گائے اور بھینس کے علاوہ آپ کے پاس ایک چھوٹے قد کا گھوڑا بھی تھا۔ دیکھنے میں تو یہ کچھ مریل سا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مولوی جی نے اُسے ایسا سدھا رکھا تھا کہ جب اسے بھگانا ہوتا تو "چلو جی" کہہ دیتے "چلو جی" سنتے ہی یہ مریل سا گھوڑا فوراً بھاگ اٹھتا۔

ایک روز مولوی جی صبح صبح گھوڑے پر سوار ہوکر مریدوں سے نذر و نیاز بٹورنے گھر سے نکلے۔ جب گاؤں سے کچھ دور نکل آئے تو راستہ میں بیری کا ایک درخت نظر پڑا۔ لال لال بیر دیکھ کر مولوی جی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ ہاتھ کی پہونچ تک جتنے بیر تھے وہ سب راستہ چلنے والوں نے کھا لئے تھے لیکن چوٹی پر خوب لال لال اور پکے پکے بیر لگے ہوئے تھے۔ مولوی جی نے گھوڑا پیڑ کے نیچے لے جاکر کھڑا کر دیا اور اس کی پیٹھ پر کھڑے ہوکر بڑے اطمینان سے پکے پکے بیر توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ جب خوب سیر ہوکر کھالئے تو پھر آگے چلنے کا ارادہ کیا اور ہاتھ سے ٹہنی چھوڑ کر بولے۔ "چلو جی خوب کھائے" لیکن گھوڑا جو اس وقت تک خاموش کھڑا تھا "چلو جی" سنتے ہی ایک دم بھاگ اٹھا اور مولوی جی بلا تکلف کانٹوں میں جا پڑے اور ایسے پھنسے کہ ہلنا جلنا بھی ناممکن ہوگیا۔ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ذرا بھی کوشش کرتے تو کانٹے اور بھی بدن میں چبھنے لگتے۔ اب بیچارے سے

بے بس ہو کر وہیں پڑے پڑے کراہنے لگے گھوڑا بھاگتا ہوا سیدھا گھر پہونچا۔ گھر والوں نے جو گھوڑا مولوی جی کے بغیر آتا ہوا دیکھا تو گھبرا گئے اور فوراً مولوی جی کی تلاش میں نکلے۔ آخر تلاش کرتے کرتے جب اُسی راستہ پر بیری کے نزدیک پہونچے تو مولوی جی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ یہ لوگ جلدی سے بیری کے پاس جا پہونچے۔ مولوی جی کانٹوں میں ایسے پھنسے ہوئے تھے جیسے مکڑی کے جال میں مکھی۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے اٹھا کر باہر نکالا۔ کانٹوں سے بدن چھلنی ہو گیا تھا اور خراشوں کی وجہ سے خون نکل رہا تھا

لوگوں نے پوچھا آخر ہوا کیا ؟

مولوی جی بولے۔

بھئی ہوا کیا۔ میں گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر پکے پکے بیر کھا رہا تھا۔ جب سیر ہو چکا تو میں نے کہا "چلو جی اب چلتے ہیں" یہ کمبخت گھوڑا جو چلو جی کی آواز پر سدھا ہوا ہے "چلو جی" سنتے ہی بھاگ نکلا اور میرا یہ حال ہوا۔

جب مولوی صاحب گھر پہونچے تو لوگوں سے بولے۔

"بھئی ایک بات سن لو۔ جو بات دل میں آئے وہ جھٹ منہ سے نہ کہہ دیا کرو ورنہ ایک دن تمہیں بھی ایسا ہی روزِ بد دیکھنا پڑے گا۔

ایم اسلم از لاہور

کام کی باتیں

۱۔ ہمیشہ خوش رہا کرو اس سے خیالات اچھے رہتے ہیں اور طبیعت نیکی کی طرف مائل رہتی ہے۔
۲۔ غصہ کرنے سے برائی بن بلائے آجاتی ہے۔
۳۔ جو خدا کو یاد رکھتا ہے خدا اُسے کبھی نہیں بھولتا۔
۴۔ کفایت شعار بننا چاہتے ہو تو اپنے اخراجات روزانہ لکھا کرو۔

گنگا رام ورمش
مدرسہ عیسیٰ پور۔

سفید ہاتھی

ہمالیہ پہاڑ کے ایک گھنے جنگل میں ہاتھیوں کا ایک بہت بڑا گلہ جس میں آٹھ ہزار ہاتھی شامل تھے پھرا کرتا تھا۔ اس گلہ کا سردار ایک بہت بڑا سفید ہاتھی تھا جسے یہ ہاتھی نہ معلوم کہاں سے پکڑ لائے تھے اور اس کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

ہاتھیوں کے اس سفید راجہ کی ماں اندھی تھی۔ جب سفید ہاتھی اپنی رعایا کے ساتھ جنگل کے دور دراز حصوں میں چلا جاتا تھا تو اس کے دل میں سوائے اپنی پیاری ماں کے اور کسی کا خیال نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی ماں کی مجبوری پر دل ہی دل میں کڑھتا تھا۔ اکثر جنگل کے پھل، بانس اور گنے کسی پیغامبر کے ہاتھ بھیجتا رہتا تھا۔ مگر افسوس کہ یہ میٹھے تحفے اس کی پیاری ماں تک نہ پہونچتے تھے۔ لانے والے راستہ ہی میں ہڑپ کر جاتے تھے۔

اور اس کی ماں اپنے بیٹے کے تحفوں سے محروم رہتی تھی۔

ایک دن سفید ہاتھی کو سارا راز معلوم ہوگیا۔ وہ بہت ناراض ہوا اور ارادہ کرلیا کہ اس بے ایمان گلہ میں سردار بن کر نہیں رہے گا۔ چنانچہ اس نے گلے کی سرداری کو لات ماری اور قطع تعلق کرکے اپنی ماں کی خدمت کے لئے تیار ہوگیا وہ اُسے کندرونا پہاڑ پر لے گیا جو قریب ہی تھا۔ اور ایک جھیل کے قریب ایک غار میں ماں کے ساتھ خوش و خرّم رہنے سہنے لگا۔

ایک دن بنارس کا ایک مسافر جو اس جنگل میں سے گذر رہا تھا راستہ بھول گیا اور سات دن تک حیران اور پریشان اِدھر اُدھر گھومتا رہا مگر جنگل سے نہ نکل سکا۔ وہ بہت پریشان تھا کہ کیا کرے لیکن کوئی تدبیر نہ سوجھتی

سوجھتی تھی۔

سفید ہاتھی، ہاتھیوں کا راجہ گھٹنوں کے بل جھکا اور اس راستہ سے بھٹکے ہوئے مسافر کو اپنی پیٹھ پر سوار کرکے جنگل کے باہر لے گیا اور اُسے بنارس کے راستہ کی طرف اشارہ کرکے رخصت کر دیا۔

افسوس کہ یہ آدمی بڑا بدذات نکلا اُس نے اپنے احسان کرنے والے کے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ بنارس کے راجہ سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بہت خوبصورت ہاتھی رہتا ہے اگر وہ پکڑ لیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو اور راجہ کے لئے فخر کا باعث ہو۔

راجہ یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا۔ سفید ہاتھی بھلا کہاں ملتا تھا۔ اس نے بہت سے آدمی جن میں وہ خبر دینے والا بھی شامل تھا سفید ہاتھی کے پکڑنے کے لئے بھیجے۔

یہ لوگ جنگل میں پہونچے اور سفید ہاتھی کو جھیل میں نہاتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے اُسے بہت آسانی کے ساتھ پکڑ لیا کیونکہ اُس نے مطلق چون وچرا نہیں کی۔ وہ لوگ ہاتھی کو بنارس لے آئے اور راجہ کے سامنے پیش کر دیا

سفید ہاتھی کی ماں ——— "بیچاری اندھی ماں ——— بہت غمگین ہوئی اور اس نے رنجیدہ ہو کر کہا " آہ کتنے لمبے لمبے بانس! کتنے بڑے بڑے گنے! کیسے کیسے پھل دار درخت یہاں اُگ رہے ہیں مگر افسوس میرا بچہ یہاں نہیں ہے! افسوس!

(۲)

راجہ نے اس سفید ہاتھی کو ایک بڑے اصطبل میں بند کر دیا۔ اس میں طرح طرح کی کھانے کی چیزیں اور پھول رکھے ہوئے تھے۔ راجہ خود ہاتھی کو کھلانے کے لئے آیا مگر وہ یوں ہی کھڑا رہا اور ایک تنکا بھی نہ کھایا۔

" میری ماں یہاں نہیں ہے اس لئے میں کچھ نہ کھاؤں گا۔" ہاتھی نے کہا۔

راجہ نے کہا " کھا! فکر نہ کر! میرا دوست بن جا اور یہ گنے کھالے "

ہاتھی نے کہا " نہیں میں نہیں کھاؤں گا

اور نہ میں تمہارا دوست بنوں گا۔ میرا دل
پہاڑ کی اُس کھوہ میں گم ہو گیا ہے جہاں
میری اندھی ماں رو رہی ہوگی۔ آہ میں
نہیں کھاؤں گا۔"

راجہ اُس نیک ہاتھی کی بات سن کر
بہت خوش ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ ہاتھی
کو کھول دیا جائے۔

ہاتھی کھول دیا گیا اور وہ ہنسی خوشی
ایک تالاب پر پہونچا اور وہاں سے سونڈ میں
پانی بھر کر سیدھا اپنے غار کی طرف بھاگا اور اپنی
اندھی ماں پر جا کر ایک سرد بارش برسادی۔

اس کی ماں یہ ماجرا دیکھ کر بولی "آہ
بارش! بارش ہو رہی ہے۔ مگر میرا پیارا بچہ
یہاں نہیں ہے! ہائے میری قسمت!"

سفید ہاتھی بولا "پیاری اماں میں
آگیا ہوں۔ میں نے ہی تم پر پانی ڈالا ہے۔
راجہ نے مجھے چھوڑ دیا ہے"

ماں بیٹے دوبارہ مل کر بہت خوش ہوئے
اور اس کے بعد ایک عرصے تک اس جھیل کے
کنارے خوش و خرم زندگی بسر کرتے رہے۔

جب ماں کا انتقال ہوا تو سفید ہاتھی
بھی اس کے غم میں مر گیا۔ اور راجہ نے وہیں
دونوں کو زمین میں دبوا کر دو پتھر کی مورتیں
اس جگہ کھڑی کرادیں۔ لوگ چاروں طرف
سے اس نیک فرزند اور پیاری ماں کے
مزار کو دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ تھوڑے
دنوں بعد وہاں ہاتھی کا میلا بڑی دھوم دھام
سے ہونے لگا۔

دیکھو بچو! سفید ہاتھی اپنی ماں سے کتنی
محبت کرتا تھا۔ اور اس کی خدمت کرنا کتنا
ضروری سمجھتا تھا۔ جب وہ ہاتھیوں کا راجہ تھا
اس نے اپنی ماں کی خاطر سے سردار اور حاکم
بننے پر لات ماری۔ جب وہ راجہ کے یہاں قید
ہوا اور اُسے طرح طرح کے آرام اور کھانے
مہیا کئے گئے اس نے بغیر اپنی ماں کے قبول نہ کئے۔

ہونہار بچو! ہمیشہ ماں کی خدمت کرنا
اپنا فرض سمجھو کیونکہ یہی تمہاری نیکی کی دلیل ہے۔

ظفر قریشی دہلوی

دو شریر چوہے۔

ایک مرتبہ دو چوہے کسی دعوت میں گئے لیکن وہاں معلوم ہوا کہ صرف سفید چوہوں کی دعوت ہے۔ تب ایک شریر چوہے نے دوسرے سے کہا۔ یار یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ ہم کو دعوت میں ضرور جانا چاہیئے۔ دوسرے نے کہا دوست مت گھبراؤ

میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ ایک ایسی جگہ پہونچے جہاں آٹے کی ایک بوری رکھی ہوئی تھی

ایک چوہے نے اوپر جاکر اس کو کاٹا اور اُس میں سے آٹا نکلنے لگا۔ دونوں چوہے اُس آٹے کے نیچے بیٹھ گئے اور آٹا جسم میں لگنے کی وجہ سے سفید ہو گئے۔ ایک چوہا بولا "بھئی واہ ترکیب تو اچھی رہی۔ اب ہم دعوت میں ضرور شریک ہوں گے"

تب وہ دونوں اُسی صورت سے دعوت میں چل دیئے۔ پہرے دار اُنھیں بالکل نہ پہچان سکا اور انھیں بڑی خوشی کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دے دی۔ اور دونوں چوہوں نے خوب دعوت اڑائی۔

ماخوذ

اپریل فول

اپریل کے مہینے کی پہلی تاریخ کو اپریل فول کہتے ہیں۔ اُس دن انگریز لوگ آپس میں خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جھوٹی پارسلیں بھیجی جاتی ہیں اور جھوٹی دعوتیں کی جاتی ہیں۔

انگریزوں کی دیکھا دیکھی ہمارے انگریزی داں نقال نوجوان بھی اپریل فول منانا ایک اچھی تہذیب سمجھتے ہیں لیکن اگر ان سے دریافت کیا جائے کہ اپریل فول کیوں منایا جاتا ہے۔ تو اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ لیجئے ہم بتائے دیتے ہیں۔

اس کی ابتدا ۱۵۶۰ء میں فرانس میں ہوئی۔ اس کے شروع ہونے سے پہلے وہاں کے مارچ کے مہینہ کی پچیسویں تاریخ کو نیا سال شروع ہوتا تھا اور لوگ نئے سال کی خوشی میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو تحفے دیتے تھے۔ یہ نیا سال اکثر عیسائیوں کے مذہبی ہفتہ میں پڑا کرتا تھا اُس زمانہ میں لوگوں کی توجہ مذہب کی طرف بہت زیادہ تھی۔ آخر میں مذہبی ہفتہ کے پڑجانے سے اکثر مذہبی کاموں میں رکاوٹ پڑتی تھی اس لئے لوگوں نے یہ طے کیا کہ تحفے تحائف دینے کے لئے ۲۵ مارچ کے بجائے یکم اپریل کردی جائے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا

۱۵۶۴ء میں جنتری میں پھر تبدیلی ہوئی اور سال کی ابتدا یکم جنوری سے شمار ہونے لگی۔ اگرچہ جنتری میں ردو بدل ہوگیا پھر بھی بہت سے ایسے آدمی تھے جو بھول میں یکم اپریل ہی کو سال کی ابتدا سمجھتے تھے اور دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفے دیتے تھے چنانچہ دوسرے لوگوں نے ان کو بے وقوف بنانے اور اُن کا مذاق اُڑانے کے لئے اُن کے پاس جھوٹے دعوت نامے اور جھوٹے تحفے وغیرہ بھیجنے شروع کردئے۔ اس طرح اس مذاق کی بنیاد پڑی اور یہ رسم جاری ہوگئی (ترجمہ)

ماتا پتا کا سچا سیوک شرون کمار

اجودھیا پوری میں ایک اندھا چھتری سانتوں نامی رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام گیان وتی تھا۔ پرماتما کی قدرت گیان وتی بھی اندھی تھی۔ اِس تکلیف کے علاوہ انھیں ایک اور رنج بھی تھا کہ ان کے ہاں کوئی لڑکا بالا نہ تھا جس کی وجہ سے بیچاروں کو کھانے پینے، اوڑھنے پہننے وغیرہ کا کوئی لطف نہیں تھا۔

اتفاق کی بات، ایک روز ایک مہاتما اُدھر آنکلے۔ اُن کی مہربانی سے سانتون کو ایک دوا ہاتھ لگی۔ تین سال کے بعد اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُن کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی وہ بار بار پرماتما کا شکر بجالاتے۔ سانتون نے اپنے بیٹے کا نام شرون رکھا۔

شرون اپنے باپ کی طرح اندھا نہ تھا۔ بلکہ بڑا خوبصورت اور ہونہار تھا۔ تھوڑی ہی عمر میں خوب لکھنا پڑھنا سیکھ گیا۔ شرون اپنے ماں اور باپ کو بوڑھا اور اندھا دیکھتے ہوئے ہمیشہ ان کا کہنا مانتا۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی رد نہ کرتا۔ اُس نے ان کی آنکھوں کا بہت علاج کیا مگر کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر کار اس کی ایک رشی (عابد و زاہد شخص) سے ملاقات ہوئی رشی نے کہا کہ اگر تم تیرتھ یاترا کرو اور اپنے ماں باپ کو بھی ہمراہ لے جاؤ تو ممکن ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔

تیرتھ پاک جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہندو لوگ جا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندوؤں کے بہت سے تیرتھ ہیں جیسے بنارس۔ متھرا۔ دوارکا وغیرہ۔ جو سفر تیرتھ پر جانے کے لئے کیا جاتا ہے اُسے تیرتھ یاترا کہتے ہیں۔

رشی کے کہنے کے مطابق شرون نے

تیرتھ یاترا کی ٹھہرائی۔ اس نے ایک بہنگی تیار کی اور اپنے ماں باپ کو اس میں بٹھاکر اُسے کندھے پر اُٹھا روانہ ہوا راستہ میں جگہ بجگہ ٹھہرتا ہوا وہ پریاگ (الہ آباد) پہونچا اور دریا کے سنگم پر بہنگی کو اُتار دیا۔ شرون نے کہا "ماتا پتا! یہاں کا دل کش نظارہ دیکھنے کے قابل ہے۔ کاش کہ آپ کی آنکھیں ٹھیک ہوتیں اور آپ اس نظارے کو دیکھتے۔ اے پرماتما مجھے اندھا کر کیونکہ میں یہ نظارہ دیکھ چکا ہوں اور میرے ماتا پتا کی آنکھیں درست کردے تاکہ وہ بھی اس دلفریب نظارے کو دیکھ لیں"۔

سانتون نے کہا "بٹیا یہ سب کچھ پچھلے کرموں کا پھل ہے۔ پرماتما جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ اب ہم اس پاک اور متبرک دریا میں اشنان کرنا چاہتے ہیں"

شرون نے فوراً ہاتھ کے سہارے سے دریا کے کنارے اشنان کرایا اور پوچھا "ماتا پتا جی اب آپ کا ارادہ کدھر چلنے کا ہے۔ جدھر آپ کی منشا ہو اُدھر ہی کو لے چلوں"۔

سانتون نے جواب دیا کہ "بٹیا اب تم تھک گئے ہوگے۔ کچھ دن آرام کرنے پر بدری ناتھ کی طرف چلنا"۔ تھوڑے دنوں بعد وہ بدری ناتھ پہونچے۔ وہاں کئی دن آرام کر کے اجودھیا کی طرف لوٹے۔ انھیں چلتے چلتے سرجو ندی کے کنارے رات ہوگئی اور وہیں آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ کنارے پر ہری ہری گھاس اُگی ہوئی تھی۔ شرون نے اپنے ماتا پتا کو بہنگی سے اُتار کر گھاس پر لٹا دیا اور خود بھی آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔

کچھ دیر بعد سانتون نے کہا "بیٹا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے تھوڑا سا پانی لے آؤ۔" شرون لوٹا لے کر سرجو ندی کے کنارے پہونچا جوں ہی لوٹا پانی سے بھرنے کے لئے جھکا راجہ دسرتھ نے جو ندی کے کنارے شکار کی تلاش میں تھے کسی جانور کو پانی پیتا ہوا سمجھ کر تیر چلے پر چڑھایا اور چھوڑ دیا۔ تیر کا چلے سے نکلنا تھا کہ وہ شرون کے سینہ پر بیٹھا۔ اور اس نے

یہ الفاظ کہتے ہوئے کہ
" افسوس کہ میں اپنے ماں باپ کی سیوا نہ کر سکا"
پران تیاگ دئے (مرگیا)
میرے پیارے بھائیو! شروَن نے ماں باپ کی خدمت ہی میں اپنی جان گنوائی۔ اور آخر مرتے وقت بھی اس کی زبان پر ماں باپ کی خدمت کا ہی لفظ یاد رہا۔ تم بھی شروَن جیسا سعادت مند بچہ بننے کی کوشش کرو۔ اور اپنے ماں باپ کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

(گنگارام اول مدرس مدرسہ عیسیٰ پور)

پڑھو اور ہنسو

ایک برہمن بہت ہی خوش اخلاق اور مہمان نواز تھا۔ ہر انسان کسی کام کو کرتے کرتے اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ وہ برہمن بھی مہمان نوازی کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ ہر روز بلاناغہ کسی نہ کسی مہمان کو کھانا کھلا کر خود بعد میں کھانا کھاتا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ متواتر دو روز تک کوئی مہمان اس کے یہاں نہیں آیا۔ اور یہ غریب دونوں دن فاقے سے رہا۔ ناچار اس نے اپنی بیوی کے مشورہ سے تین مہمان کھانڈ کے بنائے۔ اگلے روز بیوی نے کھانا تیار کرنا شروع کیا اور پنڈت جی غسل کرنے چلے گئے کہ آکر کھانڈ کے مہمانوں کو کھانا کھلا کر پھر خود کھانا کھائیں گے۔ اتفاقاً اسی وقت تین مہمان اُن کے گھر آموجود ہوئے

اب ان کے چھوٹے بچے نے سوچا کہ تین مہمان تو آہی گئے ہیں اور پتا جی اُنھیں کھانا کھلا کر خود بھی اپنا برت (جو تین دن سے رکھا ہوا تھا) کھول لیں گے اس لئے اس نے اپنی ماں سے کہا کہ ماتا جی! (کھانڈ کے کھلونوں کی طرف اشارہ کرکے) ان میں سے ایک میں کھالوں"؟ ۔ ماں نے کہا کہ اچھا بیٹے!

ذرا سی دیر ٹھہرو۔ تمہارے پتا ابھی آتے
ہیں۔ پھر تم اُن سے دریافت کرکے بیشک
تینوں کو کھا لینا۔ (ماں کے دل میں صرف
کھلونوں ہی کا خیال تھا) مگر برابر کی بیٹھک
میں تینوں نئے مہماں ماں بیٹے کی گفتگو سن
رہے تھے۔ انھوں نے سوچا کہ ہو نہو یہ
مردم خور (آدمیوں کو کھا جانے والے) لوگ
ہیں۔ بہتر ہو کہ کسی طرح بھاگ جائیں۔
ورنہ بُرے پھنسے۔ چنانچہ موقع پاکر تینوں
بھاگ نکلے۔

اُن کے جاتے ہی پنڈت جی بھی غسل
کرکے آگئے۔ بیوی نے کہا "تم دیر سے
آئے ابھی ابھی تین مہمان بیٹھے بیٹھے گئے
ہیں"۔

اتنا سنتے ہی پنڈت جی انھیں واپس
لانے کے دوڑے۔ مہمانوں نے انھیں
اپنی طرف آتا دیکھ کر دوڑ لگائی۔ ادھر برہمن
بھی لپکے کہ کسی طرح انھیں روک کر دو ڈی
کھلائیں۔ دوڑنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے
آوازیں لگانی شروع کیں کہ ٹھہرو! میں
تین روز سے بھوکا ہوں ٹھہرو! ٹھہرو!!

چونکہ مہمانوں کو خیال تھا کہ برہمن پکڑتے
ہی انھیں کھا جائے گا اور یہ اسی مردم خور
بچے کا باپ ہے اس لئے انھوں نے جواب
دیا کہ "اگر تو بھوکا ہے تو اپنے بچوں کو کھا جا"
اتنا کہکر خوب زور سے بھاگے اور بہت دور
نکل گئے۔

آخر کار برہمن مایوس ہو کر گھر واپس
آیا اور حسب تجویز کھلونوں کے منہ سے کھانا
لگا کر پھر سب نے کھانا کھایا۔

(اندر دیو شرما۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ ڈھنڈرسہ)

اگلے نمبر کے خاص مضامین

(۱) سب سے بڑا کام (۲) خوش خلقی
(۳) پانچ شہزادے (۴) وفادار نوکر
(۵) ریچھوں کا محل

تصاویر بھی دیکھنے کے قابل ہوں گی

عبدالرحمٰن کا انصاف

عبدالرحمٰن قرطبہ کا ایک بڑا منصف بادشاہ تھا۔ یہ انصاف کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک شہزادہ عبداللہ اور دوسرا شہزادہ الحکم۔ بادشاہ کو دونوں سے بہت محبت تھی۔

ایک بار عبداللہ ایک مقدمہ میں پکڑا گیا اور شاہی عدالت میں پیش ہوا۔

عبدالرحمٰن نے کہا: تم بے شک میرے بیٹے ہو، اور جانتے ہو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ سچ سچ بتاؤ تم نے قصور کیا ہے یا نہیں؟

عبداللہ نے کہا: ابا جان! بے شک میں قصور میں شریک تھا لیکن یہ میرے اکیلے کا کام نہ تھا، لوگوں نے مجھے دھوکا دیا، میں اُن کے بہکائے میں آگیا اور یوں مجھ سے یہ قصور ہوگیا۔

بادشاہ نے فرمایا: بیٹا کچھ بھی ہو، تمہارا قصور ثابت ہے کہ تم نے بغاوت کی اور باغی کو موت کی سزا ملنی چاہیئے۔ میں مجبور ہوں۔ اپنے پیارے بیٹے کا خون کر سکتا ہوں لیکن انصاف کا خون نہیں کر سکتا

شہزادہ الحکم کو بھی معلوم ہوا کہ بھائی کو قتل کی سزا ملنے والی ہے۔ اس کا دل بھائی کی محبت سے بیتاب ہوگیا۔ وہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

"ابا جان! خدا کے لئے رحم فرمائیے اور اس کا قصور معاف کر دیجئے یا کم از کم موت کی سزا نہ دیجئے"

باپ نے جواب دیا: "بیٹے تمہاری سفارش بجا ہے۔ تم عبداللہ کے بھائی ہو۔ تم کو ضرور اس کا صدمہ ہوگا، میں بھی معمولی آدمی ہوتا تو ایسا ہی کرتا جیسا تم کر رہے ہو۔ مگر میں

چھوڑ دوں تو دنیا کیا کہے گی کہ باپ نے اتنے بڑے قصور پر بیٹے کو رہا کر دیا۔ کوئی اور ہوتا تو ہرگز نہ چھوڑتا۔ مجھے زندگی بھر اپنے بیٹے کے لئے رونا پڑے گا۔ روؤں گا مگر انصاف کا خون نہ کروں گا۔ تمہاری اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی لیکن کوئی چیز اسے موت سے نہیں بچا سکتی!

دوسرے دن معلوم ہوا کہ شہزادہ عبداللہ قیدخانہ میں قتل کیا گیا اور دھوم دھام سے اس کی لاش قبرستان میں دفن ہوئی۔

عبدالرحمٰن کے انصاف پر آج تک واہ وا ہوتی ہے۔ زمانہ ہمیشہ اِن دونوں کو یاد رکھے گا

(مولانا محوی صدیقی از مدراس)

اِسکول کیا چیز ہے؟

پیارے بچو! تم کو معلوم ہے کہ جس جگہ تم پڑھنے جاتے ہو (یعنی اسکول) وہ کیا چیز ہے۔ لو میں تم کو بتاتا ہوں ذرا دھیان سے سنو!

اسکول ایک کھیت ہے (یعنی وہ زمین جہاں علم کی کاشت ہوتی ہے) اِس کھیت میں جو چیز تم کاشت کروگے آیندہ زندگی میں وہی کاٹوگے اور خود ہی اس سے نفع اٹھاؤگے۔

اسکول ہی میں تم اپنی زندگی کو جیسا چاہو کامیاب یا ناکام بنا سکتے ہو۔ سنو!

زمانۂ طالب علمی میں نہ تم کو کھانے کی فکر ہے۔ نہ کپڑے کا سوچ۔ یہ سب کچھ آرام تمہارے والدین نے تمہاری آیندہ زندگی کی بہتری کے لئے خود تکلیف اٹھا کر مہیا کر دیا ہے۔ اِس بے فکری اور آرام کے زمانہ میں جو کچھ تم تعلیم حاصل کر سکتے ہو۔ کوشش اور محنت سے حاصل کرلو۔ یہ بچپن کا زمانہ بے فکری کا ہے۔ اگر یہ زمانہ تم نے کھیل کود آوارہ پھرنے اور بری صحبتوں میں صرف کر دیا تو جوانی میں تم سر پہ ہاتھ رکھ کر روؤگے

اور اس وقت افسوس کرنا کچھ سود مند نہ ہوگا۔ دیکھو! گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ تم اپنی عمر کی منزل کو پورا کر رہے ہو وہ وقت بھی قریب آرہا ہے کہ فرصت کو تلاش کروگے اور فرصت کا پتہ نہ پاؤگے بلکہ دنیا کی فکروں میں پھنسے ہوگے۔ اگر تم اس وقت کے لئے آرام چاہتے ہو تو اسکول کی زندگی کو بہتر بناؤ۔ اور اپنے میں علم اور اخلاق کا جوہر پیدا کرو۔

(محمد عبد اللہ فاروقی دہلوی)

انعامی معمّہ

میں ایک آٹھ حرفی نام ہوں۔ تبدیل ہوکر مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوں۔ بتلائیے میرا نام کیا ہے

۴ + ۷ + ۳ = روشنی

۵ + ۲ + ۸ = مُدّت

۳ + ۸ + ۱ = ایک عضو کا نام

۶ + ۵ + ۳ اور ب بڑھانے سے ابر۔ بادل

۳ + ۵ + ۶ + ۸ = بہت خوب بہت اچھا

۶ + ۲ = تیس

۱ + ۸ + ۳ = خاتمہ

ہدایتیں

۱۔ تمام جوابات ۳۰ اکتوبر تک آنا ضروری ہیں

۲۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اِس میں حصہ لے سکتے ہیں

۳۔ زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔

۴۔ جواب کے ہمراہ ایک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

۵۔ انعام اوّل ایک قیمتی ٹائم پیس۔
انعام دوم۔ کتاب "ہمارے نبی"
انعام سوم۔ کتاب "حیات رسول"

پتہ۔ ا۔ح۔ معرفت رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

مضمون نگار طلبہ کے لئے ہدایتیں

آپ نے کتنے ہی مضامین رسالہ ہونہار کے دفتر کو بھیجے لیکن ان میں سے اکثر بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہیں کئے گئے۔ اگر آپ نیچے لکھی ہوئی باتوں پر غور کر کے مضامین لکھیں تو رسالہ میں ضرور شائع کئے جائیں گے۔

۱۔ سب سے پہلے ہم اُن طالب علموں کے مضامین شائع کرتے ہیں جو رسالہ ہونہار کے خریدار ہیں۔ اگر آپ رسالہ کے خریدار بن جائیں تو آپ کے مضامین بھی رسالہ میں شائع ہو سکتے ہیں۔

۲۔ جب آپ مضمون لکھیں تو اس میں عربی، فارسی اور سنسکرت کے مشکل الفاظ لانے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنا مطلب بہت ہی آسان زبان میں ادا کریں۔

۳۔ کسی مضمون کی چوری نہ کریں یعنی کسی کتاب یا رسالے سے مضمون نقل کر کے نہ بھیجیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو معلوم ہو جانے پر آپ کا نام ہم اسی رسالہ میں شائع کر دیں گے کہ فلاں طالب علم نقل کر کے مضمون بھیجتا ہے۔ اس سے آپ کی بدنامی ہو گی لہذا آپ خود مضمون لکھنے کی کوشش کریں۔
اگر آپ کا کوئی مضمون کسی دوسرے رسالہ میں شائع ہو چکا ہو تو اس کو ہمارے یہاں نہ بھیجیں۔

۴۔ مضمون بھیجنے سے پیشتر اپنے کسی اُستاد کو ضرور دکھالیں کہ وہ اُس کی غلطیوں کو درست کر دے

۵۔ اگر آپ کو اپنے مضمون یا کسی دوسری چیز کے متعلق دفتر سے کوئی بات دریافت کرنی ہے تو اس کے لئے جوابی کارڈ یا ارکا ٹکٹ ضرور بھیجئے۔ ورنہ جواب بہت دیر میں ملے گا۔

۶۔ اپنے نام کے ساتھ ساتھ اپنی عمر بھی ضرور لکھیں۔ اپنا مضمون لفافہ میں بند کر کے اور اس پر ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے نام بھیجدیں۔

ایڈیٹر

مولوی محنت علی

اختر میں سب خوبیاں تھیں۔ اگر نقص تھا تو یہ تھا کہ وہ محنت سے بہت جی چراتا تھا ایسا کام کرنا چاہتا تھا جو آسانی سے تمام ہوجائے اور ذرا سی بھی مشقت درکار نہو۔ ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ اس کی ماں نے اُسے گھر سے باہر ایک سخت گیر اُستاد کی نگرانی میں بھیج دیا۔ ان کا خیال تھا کہ محنت علی ایک قابلِ قدر ہستی ہے۔ اُس کا وجود مبارک ہے اور جتنا فائدہ بچوں اور جوانوں کو اس سے پہونچا ہے دنیا میں کسی اور شخص سے نہیں پہونچ سکتا۔ یہاں تک کہ اگر سب باتیں جو اس کے متعلق مشہور تھیں سچ مان لی جائیں تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ دنیا میں اس وقت سے رہتا ہے جب سے حضرت آدمؑ بہشت سے نکالے گئے تھے۔

مولوی محنت علی کی صورت بہت بدنما اور ڈراؤنی واقع ہوئی تھی۔ جو لڑکے محنت سے جی چراتے تھے اُسے ملک الموت خیال کرتے تھے۔ اس کی آواز بے طرح سخت تھی۔ تمام دن شہتوت کی قمچی ہاتھ میں لئے ہوئے کمرے میں پھرتا رہتا تھا۔ کسی لڑکے کے شانوں پر، کسی کی کمر پر اور کسی کے ہاتھ پر قمچی پڑنے کی آواز ہر وقت کمرے سے آتی رہتی تھی۔ کبھی کسی لڑکے کو مدرسہ کے کمرہ میں اس وقت تک امان نہ ملتی تھی جب تک کہ وہ خاموشی اور توجہ سے اپنا سبق یاد کرنے میں محو نہ ہوجاتا۔

مولوی محنت علی کے طریقے اور رُوّیے ہمارے دوست اختر کو بہت ہی برے معلوم ہوئے "یہ مدرسہ کی بکواس مجھے نہیں بھاتی" ایک روز اُس نے تنگ آکر اپنے دل میں کہا۔

اب تک اختر کی تمام عمر گھر میں اپنی ماں
کے ساتھ بسر ہوئی تھی۔ وہ اُسے مولوی محنت
علی سے بہت زیادہ اچھی معلوم ہوتی تھی۔
اس کے چہرہ پر محبت اور مامتا تبسّم بن بن کر
برسا کرتی تھی۔ وہ اختر پر بے حد مہربان تھی۔
کوئی تعجب کی بات نہیں اگر غریب اختر نے
اپنی مہربان ماں کی صحبت سے مکتب کے
ظالم مولوی صاحب کی نگرانی میں جانا اپنی
بھولی بھالی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب
سمجھا۔ اس پر عجیب بات یہ تھی کہ مولوی
صاحب کبھی اُسے سیب اور کیک کھانے
کے لئے نہ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ چھوٹے
بچے صرف کتابیں رٹنے کے لئے پیدا کئے
جاتے ہیں۔

جب اختر کو مکتب میں داخل ہوئے
ایک ہفتہ کے قریب گذر چکا تو ایک روز
اپنے آپ سے کہنے لگا "میں اس سے
زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اب یہاں
سے چلنا چاہئے اور ایسا مقام تلاش کرنا
چاہئے جہاں مولوی محنت علی کبھی دکھائی نہ دے
اُس سے بُرا آدمی دنیا میں کہیں نہیں ملے گا"

اگلے روز اختر دنیا میں سفر کرنے کے
لئے صبح سویرے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس
کے پاس ایک روٹی اور چند پیسوں کے سوا
کچھ نہ تھا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اُسے
سڑک پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی ملا جس کے چہرے
سے سنجیدگی اور خاموشی ٹپک رہی تھی اور
معمولی رفتار سے اسی سمت میں جا رہا تھا۔

"میاں صاحبزادے! سلام" مسافر نے
کہا۔ گو اس کی آواز نرم تھی مگر اختر کو سخت
ہی معلوم ہوئی "تم اتنے اندھیرے منہ
کہاں سے آرہے ہو؟ اور کہاں جانے کا ارادہ ہے"

اختر سیدھا سادا اور صاف طبیعت کا
لڑکا تھا۔ اس نے اپنی اس تھوڑی سی زندگی
میں نہ کبھی جھوٹ بولا تھا اور نہ اب بولنا
چاہتا تھا۔ ایک دو منٹ توقف کے بعد
کہنے لگا "میں مدرسہ سے مولوی محنت علی
سے تنگ آکر بھاگ آیا ہوں اور اب ایسی جگہ

کی تلاش میں ہوں جہاں مولوی محنت علی نہ کبھی دکھائی دے اور نہ میں اس کے متعلق کچھ سن سکوں"

"بہت خوب۔ میرے ننھے دوست۔ بہت خوب!" مسافر نے کہا۔ "ہم دونوں ایک ساتھ سفر کریں گے۔ میں بھی تمہاری طرح محنت علی سے نفرت کرتا ہوں اور ایسے ہی مقام کی تلاش میں ہوں جیسے کہ تم"

اگر اختر کو اس کا کوئی ہم عمر ساتھی مل جاتا تو وہ اس کے ساتھ سڑک کے کنارے پھول چنتا، تیتریوں کے پیچھے دوڑتا۔ اپنے سفر کو خوشگوار بنانے کے لئے سب کچھ کرتا اور بہت خوش ہوتا۔ مگر وہ اتنی عقل ضرور رکھتا تھا کہ دنیا کے سفر میں اُسے ایک تجربہ کار آدمی کے ہمراہ ہونے سے بہت آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس لئے اُس نے مسافر کی بات مان لی اور دونوں ہنسی خوشی ساتھ ساتھ سفر کرنے لگے۔

وہ ابھی بہت دور نہیں گئے تھے کہ سڑک کے ایک کھیت کے پاس سے گذرے جہاں چند آدمی لانبی لانبی گھاس کے گٹھے بنا رہے تھے۔ اختر کو گھاس کی بھینی بھینی مہک بہت بھلی معلوم ہوئی۔ اس نے خیال کیا کہ یہ منظر کتنا اچھا ہے کہ سورج کی دھوپ میں گھاس کے انبار لگائے جائیں اور پاس کے درختوں اور جھاڑیوں سے پرندوں کے شیریں نغمے کانوں میں آتے رہیں۔ کہاں یہ کہ تمام دن مدرسہ کی تاریک کوٹھری میں بند سبق یاد کرتے رہیں اور مولوی محنت علی کی جھڑکی و لعنت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

وہ انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا پتھر کی دیوار کی دوسری طرف دیکھ رہا تھا کہ اُس نے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا "جلدی چلو جلدی! ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ جانا چاہیئے ورنہ وہ ہمیں پکڑ لے گا"

"کون پکڑ لے گا؟" مسافر نے دریافت کیا۔

"محنت علی۔ مکتب کا بوڑھا مولوی" اختر نے جواب دیا۔ "کیا وہ تمہیں اُن آدمیوں کے

درمیان میں دکھائی نہیں دیتا؟" اور اختر نے ایک پیر مرد کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو کھیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اسی نے اُن مزدوروں کو کام پر لگا رکھا تھا۔ اُس نے اپنا کوٹ اور واسکٹ آتار رکھا تھا اور اپنی قمیص کی آستین چڑھا کر خود بھی کام میں مشغول تھا۔ اُس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے آ آ کر جمع ہو رہے تھے مگر وہ ایک لمحہ بھی دم نہ لیتا تھا۔ اور کام کرنے کے ساتھ چیخ بھی رہا تھا "جلدی کرو۔ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہیئے" تعجب اس بات کا ہے کہ بوڑھے کسان کی شکل و شباہت بالکل مولوی محنت علی سے ملتی جلتی تھی جو کہ غالباً اس وقت مکتب میں داخل ہو رہا ہوگا۔

"ڈرو نہیں" مسافر نے کہا "یہ مولوی محنت علی نہیں ہیں بلکہ اس کا بھائی ہے" اس نے کسان کا پیشہ اختیار کر لیا ہے اور آدمی کہتے ہیں یہ اس سے زیادہ برا ہے۔ لیکن وہ تم کو کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک تم اس کے کھیت میں مزدور بن کر داخل نہ ہو جاؤ۔ ننھے اختر کو اپنے ساتھی کی بات پر یقین تو آگیا، مگر وہ اس بوڑھے کسان کو جو مولوی محنت علی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا فوراً ہی نظروں سے اوجھل کر دینا چاہتا تھا۔ (باقی آئندہ)

(سید حمید الظفر از کرنال)

عددوں کی دلچسپ باتیں

کسی لڑکے سے کہو کہ وہ ۱ سے ۹ تک کے ہندسے لکھے مگر ۸ کا ہندسہ نہ لکھے۔ جب وہ یہ ہندسے لکھ چکے تو اس سے پوچھو کہ ان ہندسوں میں کون سا ہندسہ بھدا لکھا ہوا ہے، جو ہندسہ وہ بتائے اس کو ۹ سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو ۱ سے لیکر ۹ تک کے اُن ہندسوں سے ضرب دو جو تم نے ۸ کے بغیر لکھے تھے۔ اب تم دیکھو گے کہ حاصل ضرب میں سوائے اس ہندسہ کے کوئی اور ہندسہ نہ آئے گا جو اس نے خراب لکھا تھا۔ مثلاً فرض کرو کہ اس نے ۴ کا ہندسہ خراب بنایا تھا تو ۴ کو ۹ سے ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے۔ اب ۳۶ کو ۱ سے لیکر ۹ تک کے لکھے ہوئے ہندسوں سے ضرب دو

```
  ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۹
              ۳ ۶
  ----------------
  ۷ ۴ ۰ ۷ ۴ ۰ ۷ ۴
۳ ۷ ۰ ۳ ۷ ۰ ۳ ۷
------------------
۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴
```

(محمد اسحاق۔ صدر بازار۔ دہلی)

طلبہ کے مضامین

جی حضور!

رحیم ۔ آپا کوئی کہانی کہہ دو ۔

آپا ۔ کہانی تو میں کہدوں گی لیکن یہ تو بتاؤ کہ آج تم نے مولوی صاحب سے کیا پڑھا؟

رحیم ۔ سیپارہ اور اردو کی کتاب ۔

آپا ۔ اردو کی کتاب میں کون سا سبق پڑھا؟

رحیم ۔ خوشامد والا مضمون ۔

آپا ۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ مضمون کس نے لکھا تھا؟

رحیم ۔ نہیں تو آپا !

آپا ۔ یہ مضمون سر سید احمد خاں نے لکھا تھا ۔

رحیم ۔ آہا ۔ وہی سر سید احمد "ناجن کے متعلق رسالہ ہونہار میں مضمون چھپا تھا ۔

آپا ۔ ہاں وہی سر سید احمد ۔

رحیم ۔ مضمون تو آپا ! بہت اچھا تھا ۔

آپا ۔ تو خوشامد کے متعلق مجھے بھی ایک قصہ یاد آگیا ۔ لیکن آج صرف وہی قصہ سناؤں گی دوسری کہانی کے لئے ضد نہ کرنا ۔

رحیم ۔ کیئے ۔ دوسری کہانی کے لئے ضد نہ کروں گا ۔

آپا ۔ اچھا تو سنو ! ایک افسر ایک دن اپنے ایک ماتحت بابو سے کہنے لگا کہ دیکھو جی !

ریل بھی کس قدر خراب سواری ہے ۔ نہ کسی کا خیال نہ کسی سے مطلب ۔ اپنے وقت سے آئی اپنے وقت سے چلی گئی ۔ مجھے ریل کی سواری ناپسند ہے ۔ بابو نے جواب دیا "جی ہاں حضور بالکل درست ہے"

دوسرے روز وہی افسر پھر اُس بابو کے پاس آیا اور کہنے لگا " موٹر کی سواری بھی ٹھیک نہیں ۔ ذرا کچھ خرابی آگئی گھنٹوں کھڑی ہے ۔ سواری تو ریل ہی کی ہے ۔ وقت پر آئی اور چلی گئی ۔ گھنٹوں کا فاصلہ منٹوں میں

طے ہو جاتا ہے۔ اور پھر کوئی خطرہ نہیں"
بابو نے کہا "جی ہاں حضور! ریل کا کیا کہنا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی سواری ہو سکتی ہے"؟
افسر کو بہت غصہ آیا اور وہ بابو کی طرف دیکھ کر بولا "تم تو کل ریل کو بہت بُرا بتاتے تھے اور آج کہتے ہو کہ بہت اچھی سواری ہے تم بہت خوشامدی ہو"
بیچارے بابو اس قدر شرمندہ ہوئے کہ پھر جب کبھی اُس افسر سے ملتے تو خاموش ہی رہتے۔
رحیم۔ بس آپا کہانی ختم ہو گئی؟
آپا۔ ہاں ختم ہو گئی۔ یہ بالکل سچی کہانی ہے۔ کل اس سے بھی اچھی کہانی سناؤں گی۔ اب تم آرام کرو۔　　(مبشر علی صدیقی)

لطیفہ

آقا۔ گوبھی بھی کیا بُری ترکاری ہے۔ اس کے کھانے سے ہزاروں قسم کی پیٹ کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں
نوکر۔ جی ہاں سرکار بڑی بُری ترکاری ہے۔
آقا۔ کل میں گوبھی کی تعریف کر رہا تھا تو تم بھی تعریف کر رہے تھے اور آج جب میں برائی کر رہا ہوں تو تم بھی برائی کر رہے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔
نوکر۔ سرکار میں گوبھی کا نوکر نہیں ہوں۔ آپ کا نوکر ہوں۔ جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی کروں گا۔　(مبشر علی صدیقی ساغر بدایونی)

ہ اور م کی لڑائی

ایک دفعہ ہ اور م میں بڑی لڑائی ہوئی دونوں ایک دوسرے کو خراب سمجھتے تھے۔ میں بھی کھڑا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا۔
ہ بولی۔ ارے تجھ سا مُردار دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔ تو محنت، مزدوری کرتا ہے۔ مرتا ہے تو تجھے مرگھٹ لے جاتے ہیں۔
م نے کہا اری جا تو مجھ سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ اگر میں......
م اپنی بات کو ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ہ نے بات کاٹ کر کہا۔ ارے مکھی اور مچھر

کے عزیز یہ اگر مگر رہنے دے۔ مجھے دیکھ
میں ہر وقت ہنس مکھ رہتی ہوں۔ آپ
ہنستی ہوں اور دوسروں کو ہنساتی ہوں
ایک تو ہے کہ ہر وقت منہ پھیلائے رہتا ہے
ے اب میری خوبیاں سن!

میں درختوں کی ہریالی
تہواروں میں ہولی
جانوروں میں ہاتھی اور ہرن
جواہرات میں ہیرا
پہاڑوں میں ہمالیہ پہاڑ
تعداد میں ہزار ہوں

میں ہر ایک کی ہمدم اور ہمدرد ہوں
اگر میری ہوا نہ چلے تو انسان پل بھر بھی
زندہ نہ رہ سکیں۔ بتا تجھ میں بھی کچھ ہے؟

اب تو م سے بھی نہ رہا گیا۔ بولی
میں میوہ اور مٹھائی ہوں اور تو ہڈی
میں کہنا ماننے والا اور تو ہٹ دھرم
ارے دیکھ مولسری کے پھول میں کتنی خوشبو
ہوتی ہے۔ کیا کبھی تو نے مور بھی دیکھا ہے؟

کیسا خوب صورت ہوتا ہے! دنیا میں
ہر ایک جگہ میں موجود ہوں اور میری مثال
ملنی مشکل ہے۔

ہ چپ چاپ م کی ڈینگیں سنتی
رہی۔ جب وہ چپ ہو گیا تو وہ چاہتی تھی
کہ اُسے ایسا منہ توڑ جواب دے کہ اس
کی ساری شیخی کرکری ہو جائے

اب مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے اُنہیں
روک دیا۔ اور کہا "بھائیو تم آپس میں
لڑتے کیوں ہو؟ ۔ ایک ہیرا ہے تو دوسرا
موتی۔ ایک ہار تو دوسرا مالا۔ ایک ہی
چیز کے جدا جدا دو نام ہیں۔ تم دونوں ایک
ہو۔" یہ کہکر میں نے دونوں کو ملا دیا۔
اور وہ مل کر ہم ہو گئے۔

(عبدالاحد ۔ از کرنجی)

سوالات ۔ اِس مضمون کے پڑھنے سے
تمہیں کیا سبق حاصل ہوا۔
م اور ہ سے جو الفاظ اِس مضمون میں
بنے ہیں انھیں علیحدہ لکھ کر اپنے استاد کو دکھاؤ۔

دھوبی کا راگ

ہوئی شام تو میں نے بھٹی چڑھائی　　بہت ساری آگ اُس کے نیچے جلائی
جوں ہی جا کے لیٹا بڑی نیند آئی　　اندھیرے اٹھا اور لادی اٹھائی
سویرے سے پانی کے اندر کھڑا ہوں　　چھوا چھو - چھوا چھو - کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو -

دئے مجھکو لا لا کے لوگوں نے کپڑے　　بہت ہی غلیظ اور میلے کچیلے
بنا دوں گا دھو دھا کے میں ایسے اجلے　　نظر آئیں گے پھر سفید اور ستھرے
اسی واسطے دھوپ دکھلا رہا ہوں　　چھوا چھو - چھوا چھو کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو

لگا کر کلف پھر سکھاؤں گا کپڑے　　بہت جلد گھر لے کے جاؤں گا کپڑے
درست استری سے بناؤں گا کپڑے　　نئے کر کے سارے دکھاؤں گا کپڑے
ہمیشہ اسی طرح کرتا رہا ہوں　　چھوا چھو - چھوا چھو کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو -

یہ کپڑے جو ہو جائیں تیار سارے　　اکھٹے کروں گا دھلائی کے پیسے
تو ان سے پلیں گے مرے بال بچے　　میں بنواؤں گا اپنی بیوی کے گہنے
یہ سب ٹھنڈ اسی واسطے کھا رہا ہوں　　چھوا چھو - چھوا چھو کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو

(مرسلہ عبد الواحد از کراچی)

سستی کا نتیجہ

ایک شخص کے تین لڑکیاں تھیں۔

ایک دن اس نے تینوں کو اپنے پاس بلایا اور انھیں علیحدہ علیحدہ کپڑوں پر ریشمی کام کاڑھنے کو دے کر کہا کہ میں چھ دن کے بعد تمہارے کام کو دیکھوں گا۔ جس کا کام اچھا ہوگا اس کو انعام دیا جائے گا۔

تینوں لڑکیاں اپنے اپنے کام لے کر چلی گئیں۔ ان میں بڑی لڑکی ذہین تھی اور کام میں بہت ہوشیار تھی۔ اُس نے دل میں سوچا کہ یہ کام تو میں دو ہی دن میں ختم کرلوں گی ابھی سے اِس کام کو کیوں لے بیٹھوں۔ اس لئے وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود میں لگ گئی۔

دوسری لڑکی نے سوچا کہ یہ کام تو کوئی ایسا سخت نہیں ہے۔ اسے تو میں تین ہی روز میں ختم کرلوں گی۔ تین دن پہلے اِس کام کو شروع کیوں کیا جائے؟۔ کام ختم کرنے میں تو چھ دن ہیں اس لئے دو دن کے بعد کام کرنے کے لئے بیٹھوں گی۔

تیسری لڑکی اِن دونوں سے چھوٹی تھی۔ اُس نے سوچا کہ میں تو کمزور ہوں، آہستہ آہستہ اِس کام کو آج ہی سے شروع کردوں۔ تاکہ کام چھ دن میں ختم ہو جائے۔

چنانچہ اس نے باپ کا حکم سنتے ہی اپنا کام شروع کردیا۔ اور چھٹے دن اپنا کام ختم کرلیا۔

منجھلی لڑکی چوتھے روز بیمار ہوگئی۔

بڑی لڑکی جب پانچویں روز کام پر بیٹھی تو اس نے جلدی اور گھبراہٹ میں اپنا کام خراب کردیا۔ اور چھٹے روز بھی اس کا کام ادھورا پڑا رہا

ساتویں روز جب اِن تینوں بہنوں کو بلاکر باپ نے ان کا کام دیکھا تو بڑی لڑکی کا کام نہایت خراب تھا۔ باپ نے اس سے کہا کہ یہ تیری شیخی کا نتیجہ ہے جو تو نے اس کام کو آسان سمجھ کر ٹال رکھا تھا۔ اور آخر کار ناکام رہی

منجھلی لڑکی تو بیمار ہی تھی۔ چوتھے روز تو وہ کام ہی نہ کرسکی۔ کپڑا اور ریشم ویسے کا

ویسا ہی باپ کے سامنے رکھنا پڑا۔ باپ نے اس سے کہا کہ اگر تو اس کام کو بیمار ہونے سے پہلے ہی شروع کردیتی تو آج خالی کپڑا نہ لاتی۔

چھوٹی لڑکی نے جب اپنا بنایا ہوا کام باپ کے سامنے پیش کیا تو باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کا کام بہت پسند کیا۔ اسے پیار کرکے انعام دیا۔

ہونہار بھائیو اور بہنو! یاد رکھو آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔

(سید محمد نظر حق - از آرہ)

تجارت

ہندوستان کے عقلمند لوگوں نے تجارت کو کھیتی سے دوسرا درجہ دیا ہے لیکن جو بات تجارت میں ہے کھیتی باڑی میں نہیں ہے۔

تجارت روپیہ جمع کرنے اور مالدار بنانے کی [illegible]ن ہے۔ یہ کفایت شعاری سکھاتی ہے۔ سوداگر چاہتا ہے کہ روپیہ اکٹھا ہو۔ فلاں قسم کا مال دکان میں رکھوں تاکہ گاہک واپس نہ جائیں۔ غرض جو دس میں روپے کماتا ہے پھر دکان میں ڈال دیتا ہے خرچ کم کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میرا کام روپے کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس میں دو بڑے فائدے ہیں پہلا روپیہ جمع کرنا دوسرا روپے کے ساتھ آمدنی کا بڑھنا۔ تاجر ہمیشہ کفایت شعاری سے کام کرتا ہے۔ زیادہ خرچ کرنے سے ڈرتا ہے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔

تجارت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دم بھر میں لکھ پتی کردیتی ہے۔ تاجر لوگ بڑی عزت پاتے ہیں۔ تجارت امیرانہ پیشہ ہے جس میں محنت کم کرنی پڑتی ہے اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے تاجر تو گویا بادشاہ ہیں۔ نوکر چاکر خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ گماشتے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ سوداگر صاحب صرف نگرانی کرتے ہیں اور گدی پر تکیہ لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے دکاندار بھی مزہ کرتے ہیں

عام ملازموں سے اچھے رہتے ہیں۔ جب چاہا دوکان کھول دی۔ جب چاہا دوکان بند کر دی۔ کوئی غیر حاضری کی رپورٹ نہیں غفلت یا رشوت کا جُرم نہیں اور نہ اُن کو کوئی موقوف کر سکتا ہے۔ غرضیکہ تجارت بڑا معزز پیشہ ہے اور ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے ہاں کسی قدر واقفیت، محنت، استقلال اور انتظام درکار ہے اور حساب میں بہت مہارت حاصل ہونی چاہیئے۔

تجارت میں سب سے زیادہ فائدہ اُس چیز میں ہوتا ہے جس کو عام لوگ استعمال کرتے ہوں جیسے غلّہ وغیرہ۔ اور کھانے کی چیزیں دوسرے درجہ پر کپڑے کی تجارت ہے پھر برتنوں کی۔ اس کے بعد عمارت کے سامان اور مصالحہ کی۔ سامانِ عیش کی تجارت کا نمبر سب کے بعد آتا ہے۔

افسوس کہ ہم لوگ تجارت کرنا عیب سمجھتے ہیں اور اگر کرتے ہیں تو پان سپاری کی کرتے ہیں۔ جس میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُلٹا دال بیچکر ہم بنیا نہیں بننا چاہتے۔ اُن کو یہ خبر نہیں کہ بنیا تو وہی بنتا ہے جس کے گھر میں کچھ ہو اور جو دکانداری کی لیاقت بھی رکھتا ہو غلّے کی تجارت ایک اچھی تجارت ہے مگر ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ تمام ملک کا غلّہ بند کر کے اپنے گھر میں رکھ دیا جائے اور لوگ مہنگے ہونے کی وجہ سے بھوکوں مریں۔ ایسا بنیا بننا بہت برا ہے۔

پس اے میرے ہونہار بھائیو خوب پڑھو اور پڑھ کر تجارت کرنے کی کوشش کرو۔ کارخانے کھولو۔ فیکٹریاں قائم کرو۔ تمام ضرورتوں کا سامان ہندوستان ہی میں بنانے کی کوشش کرو۔ اِس سے نہ صرف تمہاری ہی ترقی ہوگی بلکہ بہت سے غریب لوگوں کی مدد ہوگی۔ ملک فارغ البال اور خوش حال ہو جائیگا اور دنیا میں بھی تمہاری عزت ہوگی۔

(لیکھو رام - از بنوں)

پہیلیاں

۱۔ زمزم کا پانی زمرد کا ڈھکنا۔ سمجھ بوجھ کے کہنا۔ بیہودہ نہ بکنا (تربوز)

۲۔ چار کبوتر چار ہی رنگ۔ گھونسلے میں جا کے ایک ہی رنگ۔ (پان)

۳۔ چار یار چلے بازار۔ ایک کے سر پہ ٹوپی ایک کے سر پہ بال۔ ایک کے پیٹ میں گودا۔ ایک کے پیٹ میں دال۔

(لسوڑہ۔ کسیرو۔ کیلا۔ امرود)

۴۔ عقل کی کوٹھڑی نقل کے کواڑ۔ لونگوں کے گچھے پانی کی بہار (تربوز)

۵۔ ایک بالشت کا بابا۔ نوگز کی داڑھی (پیالہ)

۶۔ ایک بے ایمان سو من کا بوجھ اٹھائے کھڑا ہے۔ (کھمبا)

(۷) پہاڑوں پر آئے روڑے اور آتوں کے سر توڑے (اخروٹ)

۸۔ مخمل کے بٹوے میں اوئی اوئی کے بیج

(سرخ مرچ) ملک غلام حیدر راز سیالکوٹ

ایک عجیب معمہ

کسی شہر میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ اس کے تین لڑکے تھے۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے تینوں لڑکوں کو بلا کر کہا "میرے پیارے لڑکو! میری موت کا وقت آگیا ہے۔ میں اپنے ساتھ کچھ لے کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ اپنا سب دھن دولت مثلاً ہیرے، جواہرات، گائیں بیل گھوڑے زمین وغیرہ تم کو دے دوں گا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ تم اسے برابر برابر تقسیم کرلو گے لیکن میرے پاس سترہ ہاتھی بھی ہیں۔ تم انہیں اس طرح تقسیم کرنا کہ میرے بڑے لڑکے کو ان میں سے نصف۔ منجھلے لڑکے کو تہائی اور چھوٹے لڑکے کو نواں حصہ ملے"۔

ان کے باپ کی یہ وصیت تھی کہ نہ کوئی ہاتھی بکے اور نہ کوئی کاٹا جائے۔

ہونہار بھائی اس معمہ کو حل کریں۔

(محمد الیاس پنجابی اسکول دہلی)

ارشد کی مینا

نمبر ۲

ایک دن کسی صاحب نے ارشد میاں سے مذاق کے طور پر کہا کہ "آپ ہندوستان کی آزادی کے واسطے تو اتنی کوشش کر رہے ہیں مگر اس بیچاری مینا کو یوں قید کر رکھا ہے"

ارشد میاں اس مذاق کو سمجھ گئے اور انھوں نے پنجرا کھول دیا۔ مینا پنجرے میں سے نکل کر ارشد میاں کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ اپنی چونچ سے ان کو پیار کرنے لگی۔ پھر وہاں سے اڑ کر میز پر جا بیٹھی اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ارشد میاں نے بعد کو ایک مختصر سی تقریر کی۔

" صاحبان! اگرچہ یہ صرف مذاق تھا اور ابوبکر صاحب کے کہنے سے میں نے اس مینا کو آزاد کر دیا تھا۔ مگر یہ اڑی نہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ مینا کو یہاں رہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اگر میں اس کی کوئی حق تلفی کرتا۔ تو یہ ضرور اس موقع کو غنیمت سمجھکر اپنے آپ کو آزاد کر لیتی اور اڑ جاتی۔ میں نے اس کی بچپن سے پرورش کی ہے اور اس کے ہر پیدائشی حق کو مدنظر رکھا ہے اس لئے یہ مجھ سے "ترک موالات" نہیں کر سکتی"۔

مینا۔ اللہ اکبر

(ایزی لکھنؤ)

بکھرے ہوئے موتی

۱۔ کامیاب ہو کر مغرور نہ ہونا چاہئے۔

۲۔ اگر تم کسی کے سچے دوست ہو تو اس کے عیبوں کو اس کے دوستوں سے علیحدہ ہو کر ظاہر کرو۔

۳۔ عبادت خدا سے جی نہ چراؤ ورنہ تم انسان کہلانے کے مستحق نہ ہوگے۔

۴۔ محنتی شخص کبھی مفلس نہیں رہتا۔

۵۔ زیادہ ہنسنا آخر کو رلاتا ہے۔

(مرسلہ بشیر علی بدایونی)

ہنسی کی باتیں

ہارون کے والد۔ اچھا ہارون مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسکول میں پڑھتے نہیں بلکہ کھیلتے رہتے ہو۔
ہارون۔ ابّا جان! پڑھوں کیا خاک ؟ ماسٹر صاحب تو بیمار ہیں۔

زہرہ (جو ابھی اسکول سے آئی ہے) امّی جان آج میں نے اسکول میں ایک نیا تماشا دیکھا!
زہرہ کی والدہ۔ کیا تماشہ دیکھا بیٹی ہمیں بتاؤ
زہرہ۔ امّی جان آج ایک لڑکی نے اسکول کی میز کی دراز میں تین چوہے مار کر ڈال دئیے۔

حمید (اپنے چھوٹے شریر بھائی سے) مجھے ایک چھچھوندر کی ضرورت ہے۔
مجید۔ کیوں آپ کیا کریں گے؟
حمید۔ تم کو کھلاؤں گا۔
(ثریّا بیگم بنت ایس سراج الدین صاحب کلکتہ)

ماں۔ احمد تو سب مٹھائی کھا گیا؟
احمد۔ امّاں! اس لئے کہ آپ نے کہا تھا کہ چھوٹے بچے مٹھائی کھانے سے بیمار ہوجاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کہیں کہ چھوٹا بھیّا کھا کر کہیں بیمار نہ ہوجائے۔

جانے والا۔ (ایک مسافر سے) بھائی یہ یہ راستہ کدھر کو گیا ہے؟
مسافر۔ جدھر آپ پہونچ جائیں۔
جانے والا۔ میں کہاں پہونچوں گا؟
مسافر۔ جہاں آپ کو جانا ہے۔
جانے والا۔ مجھے کہاں جانا ہے ؟
مسافر۔ یہ تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔
جانے والا۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔

ماخوذ

دلچسپ معلومات

ہندوستان کا دوسرے ممالک سے مقابلہ

رقبہ اور آبادی

نام ملک	رقبہ ہزار مربع میل میں	ایک ہندوستان میں کتنے ملک سما سکتے	آبادی لاکھ میں	ایک ہندوستان میں کتنے ملک آباد ہوں سکتے
ہندوستان	۱۸۰،۵	•	۳۱۸،۹	
جرمن	۲۵،۸	۷ جرمن	۲۵،۲	۶ جرمنی
فرانس	۲۲،۶	۸ فرانس	۴۱،۶	۸ فرانس
اٹلی	۱۵،۰۶	۱۲ اٹلی	۴۱،۵	۸ اٹلی
روس	۱۲۵۸،۷۵	۷ ہندوستان	۱۴۰،۵	۲½ روس
جاپان	۱۶،۴	۱۱ جاپان	۶۲،۲	۵ جاپان
برطانیہ	۱۲،۰۳	۱۵ برطانیہ	۴۹،۹	۷ برطانیہ
ریاست متحدہ امریکہ	۳۲۵،۵	۲½ ہندوستان	۱۱۵،۲	۲¾ امریکہ

روزانہ آمدنی فی کس

امریکہ ... ... ۹ روپے ۲ آنے

برطانیہ ... ... ۴ روپے ۱۱ آنے

فرانس ... ... ۳ روپے نو آنے

اِٹلی ... ... ایک روپیہ ۹ آنے

جاپان ... ... ۳ روپے ۲ آنے

ہندوستان .. ... ایک آنہ ۴ پائی

ناخنوں پر تصویریں

آج کل یورپ کی فیشن پرست عورتوں کو ناخون پر کسی آدمی یا چیز کی تصویر بنوانے کا شوق ہوگیا ہے۔ ناخون پر کپڑے کی تصویروں کی طرح چھوٹی چھوٹی تصویریں بنائی جاتی ہیں اور پھر ناخون پر نہایت احتیاط سے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔

انگلستان کی عورتیں پھول پتوں کی تصویریں بنوانا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اپنے شوہروں کی تصویریں ناخونوں پر بنوا لیتی ہیں۔

ناخونوں پر میناکاری کا کام اس شیشہ کی مدد سے ہوتا ہے جو کہ چھوٹی چیزوں کو بڑا کرکے دکھاتا ہے۔ اکثر ایک ناخون پر میناکاری کرنے میں پورا ایک دن صرف ہو جاتا ہے۔

(سید نظر حق عرف ننھے از آرہ)

ہوائی قمار خانے

اب تک جوئے خانے صرف زمین پر تھے لیکن ہر جگہ پولیس کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اب مغربی ممالک میں ہوائی جوئے خانے قائم کئے گئے ہیں۔

جواری ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد اور ہوا کی انتہائی بلندی پر پہنچنے کے بعد اُن میں جوا کھیلنا شروع کر دیتے ہیں اور نہایت بے فکری کے ساتھ پولیس کے خوف کے بغیر جوا کھیلتے رہتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے اِس ناجائز استعمال پر پولیس نہایت پریشان ہے

ہندوستان میں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ نوّے لاکھ کا فرق ہے۔ صرف ایک شہر کلکتہ میں مردوں کی تعداد عورتوں سے دگنی ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ سینے کی مشین ہاتھ کی نسبت بارہ گنا زیادہ کام کرتی ہے۔

تنقید اور تبصرے

رسالہ پیشوا دہلی کا رسول نمبر

رسالہ پیشوا ایک عرصہ دراز سے جناب عزیز حسن صاحب بقائی کی ادارت میں دہلی سے نکل رہا ہے۔ اس کے مضامین زیادہ تر مذہبی ہوتے ہیں۔ جو لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح زندگی۔ تعلیم اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے واقف ہونا چاہتے ہیں ان کو یہ رسالہ مشعل راہِ ہدایت کا کام دیتا ہے۔ اس رسالہ میں تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے اس کی سالانہ قیمت صرف دو روپے ہے۔ نمونہ دفتر پیشوا دہلی سے طلب کیجئے۔

پہلے سالوں کی طرح ماہ ربیع الاول میں اس کا رسول نمبر شائع ہوا ہے جس میں ۲ سہ رنگی ۱۲ یک رنگی تصویریں ۳۰ نظمیں اور ۵۰ سے زیادہ مضامین ہیں۔ لکھائی چھپائی اور ٹائٹل نہایت عمدہ ہے اس میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی زندگی پر بہترین مضامین ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر اور اتنا ضخیم رسول نمبر ابھی تک نہیں نکلا جس کے لئے جناب عزیز حسن صاحب مستحق مبارکباد ہیں۔

اس اکیلے نمبر کی قیمت عہ ہے لیکن رسالہ کے مستقل خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جاتا ہے۔

رسالہ ادیب پشاور کا کابل نمبر

ہندوستان کے مشہور رسالہ ادیب کا حال ہی میں کابل نمبر شائع ہوا ہے جس میں افغانستان کے متعلق بہت کافی معلومات ہیں۔ جابجا کابل کی تمام مشہور سرکاری عمارتوں کے فوٹو دئے ہوئے ہیں۔ اعلیحضرت شاہ نادر خاں کا فوٹو شاہی لباس میں قابل دید ہے۔ ابتدا میں افغانستان کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے بعد افغانستان کے انقلاب کے متعلق نہایت اچھے مضامین اور نظمیں ہیں۔ "جوش جہاد" کی ایک سہ رنگی تصویر ہے۔ ملا رموزی صاحب کا مضمون "ستقے کے بچے" پڑھنے کے قابل ہے اس کے علاوہ کئی افسانے ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں۔ ۴۰ سے زیادہ فوٹو بلاک کی تصویریں ہیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت نفیس ہے خصوصاً ٹائٹل اپنے اندر مخصوص جاذبیت رکھتا ہے۔ اس نمبر کی قیمت ۱۲ ہے لیکن سالانہ خریدار کو مفت ملیگا سالانہ چندہ عہ ہے۔ دفتر رسالہ ادیب پشاور سے طلب کیجئے۔

رسالہ طور دہلی

یہ رسالہ حال ہی میں زیر ادارت جناب منظور احمد صاحب عثمانی بی اے جامعہ دہلی سے شائع ہوا ہے۔ جناب منظور احمد صاحب ایک نہایت تجربہ کار اخبار نویس ہیں جو ایک عرصہ تک اخبار ہمدرد مرحوم اور ملت دہلی میں ادارت کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ رسالہ کا مقصد اردو ادب کی خدمت ہے۔ رسالہ کے مضامین نہایت اچھے ہیں۔ ضخامت ۴۴ صفحے۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ سالانہ چندہ سے ۴۔ نمونہ دفتر رسالہ طور جامع مسجد دہلی سے طلب کیجئے۔

ادبی دنیا میں ایک تاریخی اجتہاد
مشہور و مقبول باتصویر رسالہ
پیمانہ
(کا)
تاج محل نمبر
اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری چیز
آج ہی تین روپیہ بھیج کر
مشتہرین
قصر الادب تاکی منڈی روڈ

پھوہڑ عورتوں کو سگھڑ بنانیوالی اُستانی
قدرت نے عورت کو مرد کا ہمدرد اور رفیق بنایا ہے دنیا کی تمام دلچسپیاں و عیش و عشرت کا سامان اور مرد کی آسائش و آرام کا انحصار عورت کی ذات سے وابستہ ہے خانہ داری کے بکھیڑے سینا پرونا پکانا گھر کی آرائش بچوں کی پرورش روپے پیسے کا انتظام وغیرہ بہت سی ذمہ داریاں عورت کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ اگر عورت پھوہڑ ہو تو اس گھر کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کا اندازہ وہی خوب کر سکتے ہیں جن کو ایسی عورتوں سے پالا پڑا ہے۔ اسی مشکل کو رفع کرنیکے لئے کتاب "آتالیق نسواں" دس حصوں میں ایسی مرتب کی ہے کہ لڑکیوں کو سکھلاتی ہے۔ بہو بیٹیوں کو سلیقہ شعاری اور انتظام خانہ داری سکھلانے میں کوئی دوسری کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کتاب پر عمل کرنے سے ہر عورت ہنرمند و سلیقہ شعار بن سکتی ہے کیونکہ ہر ایک مضمون کو شکلیں دیکر واضح کیا ہے اور پوری کتاب میں ۱۲۰۰ کے قریب شکلیں ہیں۔ سفید کاغذ پر خوشخط طبع ہوئی ہے علیحدہ حصہ کوئی فروخت نہیں ہوگا۔ قیمت مکمل کتاب علاوہ محصولڈاک (للعہ) چار روپیہ آٹھ آنہ ہے + کتاب ناپسند ہونے پر ایک ہفتہ تک ہم واپس کر لیتے ہیں
مختصر فہرست مضامین ملاحظہ ہو
حصہ اول۔ حساب ۱۵ شکلیں۔ تعریف حساب سادہ جمع۔ سادہ تفریق حکمت قاعدے۔ دھیلا پیسہ۔ پہاڑے کے جوڑ تفریق کی مشق۔ مختلف کارندہ جاننے۔ تخویلیاں جمع مرکب سے تقسیم مرکب تک +
حصہ دوم کھانا پکانا ۴۷ شکلیں۔ انسان کی قدامت۔ مختلف پیشوں و ہنر کی ایجاد۔ کاشتکاری شکار۔ پرانے برتن۔ چکنائی مٹھاس۔ گندم۔ دال۔ گوشت مچھلی۔ انڈے۔ دودھ۔ پانی۔ ترکاری۔ پھل وغیرہ۔ نمک لال مرچ گرم مصالحہ۔ کلونجی۔ میتھی۔ سونٹھ۔ سونف۔ پودینہ۔ زعفران نوشادر۔ بادام۔ خشخاش۔ بالائی وغیرہ چینی۔ کانچ۔ ایلومنیم کے برتن۔ چاندی سونے۔ مرادآبادی۔ چینی وغیرہ کے برتن۔ انگریزی۔ دیسی چولہے۔ ساگودانہ۔ ارارورٹ۔ آٹا گوندھنا۔ خمیری روٹی۔ بیسنی۔ سیویں وغیرہ روٹیاں۔ مصالحہ کا اندازہ۔ ترکاری کترنا۔ پیاز و ادرک و ترشی ڈالنا۔ مختلف طرح کی دال پکانا۔ آلو بینگن۔ چنے کی دال کا بھرتا۔ گوشت پکانے کی احتیاط۔ قلیہ۔ قورمہ۔ کباب۔ پسندے۔ خاگینہ مچھلی پکانا۔ برف۔ کباب۔ چاول۔ تاہری۔ مختلف طرح کی کھچڑی۔ پلاؤ۔ بریانی۔ میٹھے چاول وغیرہ۔ فیرنی۔ نان پاؤ کے ٹکڑے۔ دلیا۔ حریرہ۔ یخنی۔ نخود آب۔ آش۔ شوربا۔ دال کی بڑیاں۔ اصفہانی۔ سونٹھ۔ گوند۔ جوائن۔ کھانے کی پھلکیاں۔ گلگلے۔ شکر صاف کرنا۔ کچوریاں۔ پھلکیاں۔ سموسے۔ سویاں۔ دہی بڑے۔ زیرہ کا پانی۔ مربے اچار۔ مٹھائیاں وغیرہ +
حصہ سوم۔ سینا پرونا۔ ۴۰ شکلیں۔ مختلف ملکوں کے شہروں کے لباس۔ سوئی۔ قینچی۔ انگشتانہ۔ گز چاک۔ موم۔ صابون۔ استری وغیرہ کپڑا قطع کرتے وقت کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئیے۔ پاجاموں کی تراش کرتہ کف۔ صدری۔ انگرکھا۔ چغہ۔ جیب کی مختلف شکلیں انگیا۔ کرتی۔ شیروانی۔ اچکن۔ قمیص۔ ویسٹ کوٹ۔ جاکٹ۔ پتلون۔ سکرٹ۔ کوٹ کے مختلف طرز۔ بخیہ تیپچی۔ ترپائی۔ کوک مارنا۔ لیٹواں سیون۔ مچھی کانٹا۔ کاج جھالر۔ کیکری۔ تکئے۔ ملال بند۔ لباس پاک۔ ٹوپ گلوب پوش۔ لحاف۔ توشک وغیرہ۔
حصہ چہارم۔ انشاء۔ مضمون نویسی ۱۴ شکلیں طرز خط۔ القاب و آداب۔ خط لکھنے کے اشارے خط کے واسطے مطالب وغیرہ۔ طریق مضمون نویسی۔ کہانیاں فقروں کو جوڑ کر کہانیاں بنانا۔ مضمون نویسی کے مطالب۔ تشریح مطلب محاورے۔ اشعار حل مطلب تصاویر کو دیکھ کر مضمون لکھنا۔
حصہ پنجم۔ ابتدائی مصوری۔ ۱۶۹ شکلیں نقش بردازی کا سامان۔ چارخانے میں شکلیں بنانا۔ سیدھے خطوں کی شکلیں۔ گولائی مائل خطوں کی شکلیں مجسم اشیاء کی شکلیں۔ پھول پھل اور پتے وغیرہ۔
حصہ ششم۔ کپڑے رنگنا اور چھاپنا ۴ شکلیں رنگ کی اصلیت اور کپڑے رنگنا وغیرہ ولایت کے مصنوعی رنگ۔ لکڑی کے چھاپے۔ لہریے بنانا۔ رنگین کپڑے کا استعمال۔ گدڑی کا کام +
حصہ ہفتم۔ گوٹہ کناری کی ٹکٹ۔ ۱۲ شکلیں۔ ٹکٹ کی ضرب۔ گوٹے کے جال اور حاشیے۔ گوٹہ کا کنارہ۔ جال کو کھڑکا کام۔ تولی۔ چھڑیاں۔ لہر۔ کیری بوٹے اور مصنوعی موتی کا کام +
حصہ ہشتم۔ کڑھت و چکن دوزی ۱۰۸ شکلیں کاغذ کے پھول کترنا۔ کترن کا استعمال۔ کناری کی مشق چھاپا۔ تیپچی کی دوسوتیا۔ گھنٹے۔ پھندے اور مختلف طرح کی کڑھت۔ ریشم اور اس کے کام کی مشق۔ حروف اور جالی بابن لیٹ کی کڑھت۔ اس کے مختلف طرز کے پھول چکر بیل۔ حاشئے۔ بوٹیاں۔ بہت سی قسم کے دیہات پھولی۔ انگریزی کڑھت۔ فیدر اسٹچ۔ ساٹن اسٹچ۔ فرنچ ناٹ۔ انگریزی حاشئے۔ بیل بوٹی۔ ولایتی کڑھت بہت سی قسم کی ڈوری کے حاشئے۔ انگریزی حاشئے کشمیری مرڈرکی کا کام اور نمونے۔ کلابتونی کام اور اسکی مشق کی بیلیں۔ سلمہ ستارے کا کام وغیرہ۔
حصہ نہم مفید البنات ۸۰ شکلیں جسم انسان کی تشریح نظام استخوانی عضلاتی۔ دموی۔ عصبانی وغیرہ۔ حواس خمسہ آلات تنفس و ہضم غدود۔ معاون بیماری۔ قطب نما و قبلہ نما۔ قوام خمار۔ شیر۔ دودھ کش۔ اور دیگر مفید باتیں۔ مولید ثلاثہ عناصر۔ عطر۔ امشیم و بخار نما۔ بوند نا پنے کا گلاس۔ فیڈنگ بوتل۔ بھٹی پوش۔ گھڑی کا قفل وغیرہ۔
حصہ دہم۔ انتظام خانہ داری تعلیم خانگی۔ لکھنے کا طریق فہرست زیور و قیمتی اسباب۔ پاکٹ بک۔ صاف ہوا بچانا۔ ہوا نکلنا۔ روشنی۔ باورچی خانہ۔ دود کش۔ مختلف قسم کے ایندھن۔ آبدار خانہ۔ حمام۔ صابون۔ پاخانہ۔ اجزاء دافع عفونت۔ طعام خانہ۔ خوابگاہ۔ دیوان خانہ۔ زنان خانہ مکان کی سجاوٹ۔ فرنیچر۔ لباس اور اسکی حفاظت وغیرہ سامان سنگھار وغیرہ عطر۔ تیل۔ پھلیل وغیرہ۔ کفن طبیب کا سامان
نوٹ۔ اس کتاب کے علاوہ ہمارے ہاں تعلیم نسواں کے متعلق ہر قسم کی کتابیں قرآن مجید مترجم وغیرہ ترجمہ حمائل شریف مترجم وغیرہ مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست مفت منگا لیجئے +
ملنے کا پتہ
نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی ۔ دہلی

REGISTERED NO. L. 2630

THE HON-HAR

DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE
FOR BOYS AND GIRLS.

EDITOR

FAIYAZ HUSAIN NASIM (Jamai)

OCTOBER. 1930

Annual Subscription Rs. 3-4-0 Including Postal Charges

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس
دہلی میں طبع ہوکر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
سالانہ تین روپے
قیمت فی پرچہ ۴؍

محکمہ تعلیمات ریاست حیدر آباد دکن

نے

رسالہ ہونہار اپنے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس کیلئے منظور کر لیا

رسالہ ہونہار کے کسی پچھلے نمبر میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ رسالہ ہونہار ریاست حیدر آباد دکن میں بھی منظور ہو گیا ہے۔ اُس وقت ریاست حیدر آباد دکن کے چند صوبوں کے صدر مہتمم صاحبان نے اپنے طور پر اِس کو اِسکولوں کے لئے منظور کیا تھا لیکن رسالہ ہونہار کے ناظرین کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ اب ریاست حیدر آباد دکن کے محکمۂ تعلیمات نے اِس کو طلبہ کے لئے مفید سمجھ کر اپنے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس کے لئے منظور کر لیا ہے۔ جس کے لئے ہم ناظم تعلیمات جناب خان فضل محمد خاں صاحب ایم اے ڈائرکٹر تعلیمات و جناب شیر محمد خاں صاحب بی اے اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

امید ہے کہ ہندوستان کے دوسرے محکمہائے تعلیم بھی اِس کو اپنے اپنے مدرسوں کے لئے منظور فرمائیں گے۔

(ادارہ)

رسالہ ہونہار کے متعلق معزز حضرات کی رائیں

محمد عبد اللطیف فاروقی ایم ایل اے۔ مالک مدیر آزاد ہند مدراس کی رائے۔

ہونہار نامی ماہوار رسالہ جو جناب فیاض حسین صاحب نسیم کی زیر ادارت اور حکیم محمد یوسف حسن صاحب مدیر نیرنگ خیال لاہور کی سرپرستی میں جاری کیا گیا ہے میری نظر سے گذرا۔ میری رائے میں یہ رسالہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ لکھائی چھپائی کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے۔ کاغذ بھی نہایت عمدہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہماری ہونہار نسل کے خیالات کو درست کرنے کے لئے ایسے رسالوں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اسی اصول اور اسی پیمانے پر جاری رہا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ قوم کی ایک اہم اور بہترین خدمت ادا کر سکے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ قوم اس کی اعانت اور حوصلہ افزائی کرے گی۔

محمد سرفراز خاں علیگ بی اے ایس سی۔ ہیڈ ماسٹر مسلم اسکول بلند شہر کی رائے

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار السلام علیکم۔ آپ کا رسالہ ہونہار میرے اسکول کے نام ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اس سے کثیر طلبہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مجھے نہایت مسرت ہے کہ اس پرچہ نے اپنے مقاصد میں پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اس کی اشاعت میں جہانتک ممکن ہوگا کوشش عمل میں لاؤں گا حقیقت یہ ہے کہ ہر تعلیم یافتہ گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔

خان بہادر محمد یوسف خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر وآنریری ایڈیٹر ڈسٹرکٹ گزٹ بلند شہر

ہونہار واقعی بڑا ہونہار رسالہ ہے۔ اللہ عمر دے اور ہونہار بچے اس کی قدر کریں۔ قدر کریں گے تو یقیناً فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے بچے اس کو پڑھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ بچوں کو چاہئے کہ نمونہ منگا کر ایک دفعہ پڑھیں تو وہ ضرور اس کے خریدار ہو جائیں گے۔

منیجر رسالہ ہونہار

بچوں کا بہترین باتصویر رسالہ

جلد ۱ | دہلی۔ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

اِس کے علاوہ دستی اور عکسی تصاویر اندر ملاحظہ فرمائیے۔

پتہ۔ دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
عطاء الرحمن سوداگر دہلی
مولانا محوی صدیقی۔ مدراس
مولوی شفیع الدین نیر دہلی
ظفر قریشی۔ دہلی
نشتر بلگرامی
محترمہ کلثوم فرید بیگم دہلی
محترمہ ابری صاحبہ لکھنؤ

سب سے بڑا کام

ظہیر مرزا کا اعتقاد تھا اور اعتقاد کیا اکثر تقریروں میں بیان بھی کر دیا کرتے تھے کہ اولاد کا نیک یا بد بنانا والدین کے اختیار میں ہوتا ہے اور بچوں کی سب سے اچھی تعلیم اور تربیت گھر پر ہوتی ہے" اس لئے وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے اور روزانہ اپنے بچوں کو جمع کر کے ان کے خیالات معلوم کرتے اور ان کو اچھی اچھی باتیں بتایا کرتے تھے۔

اُن کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ بڑا لڑکا تنومند اور طاقت ور تھا۔ انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ کھیل کا زیادہ شوقین تھا۔ اس نے کھیل میں اتنی ترقی کی کہ اسکول کی ٹیم کا نام اُس کی وجہ سے مشہور تھا۔

دوسرے صاحبزادے جو اِن سے سال دو سال ہی چھوٹے تھے آٹھویں درجہ میں تعلیم پاتے تھے۔ اُن کو اپنی شان اور شوکت کا زیادہ خیال رہتا تھا۔ اپنے کلاس کے اکثر امیر لڑکوں سے اُن کی دوستی تھی

سب سے چھوٹے لڑکے کا نام احسن تھا جو ایک تو فطرتاً نیک تھا۔ دوسرے ماں باپ ہر وقت اُس کو نظروں کے سامنے رکھتے تھے اس لئے اس کی تعلیم اور تربیت بہت اچھی ہو رہی تھی۔

ایک دن ظہیر مرزا نے امتحان لینے کے لئے اپنے بچوں کو بلایا اور کہا۔

دیکھو! یہ ایک قیمتی کتاب میں نے تم لوگوں کے لئے منگوائی ہے۔ اس میں نہایت اچھے اچھے قصّے اور تصویریں ہیں۔ تم لوگ مجھے بتاؤ کہ اِس مہینہ میں تم نے کون کون سے نیک کام انجام دئے۔ جس کا کام سب سے اچھا ہوگا اُسی کو یہ کتاب انعام میں دی جائے گی

بڑا لڑکا بولا:-

کوئی دو ہفتے ہوئے ہوں گے کہ میں صبح اسکول جا رہا تھا۔ راستہ میں میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑ جمع ہے اور راستہ رُکا ہوا ہے اور لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو سانڈ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مجھے اپنی طاقت پر ناز تھا۔ میں آگے بڑھا اور دونوں سانڈوں کو للکارا۔ ایک میری طرف آیا اور مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کا وار خالی دیا اور پیچھے سے آکر اس کے سر پر دو چار اِسٹکیں جمائیں جس سے وہ گھبرا گیا۔ دوسرے کو بھی میں نے اسٹکیں مار مار کر بھگا دیا۔ یہ دیکھ کر ہر شخص کی زبان سے میری بہادری کی تعریف نکلنے لگی اور سب نے مجھے شاباش دی۔ اسی دن سے سب لوگ میری عزت کرتے ہیں۔

باپ بولا:"بہت خوب! یقیناً تم نے بہت بہادری کی۔ شاباش"۔

دوسرا لڑکا بولا:-

"واہ! یہ بھی کوئی بہادری کی بات ہوئی بے زبان اور بے عقل جانور کو پکڑ کر مار لیا۔ لیجئے بہادری کا ایک قصہ میں سناتا ہوں"

شیخ سراج الدین کے لڑکے اصغر مرزا میرے بڑے دوست ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم لوگ "روشن آرا باغ" میں گئے۔ ہمارے ساتھ اور بھی لڑکے تھے۔ دوپہر تک ہم لوگ کھیلتے رہے۔ جب ہم گھر واپس آنے لگے تو معلوم ہوا کہ اصغر مرزا کی جیبی گھڑی گم ہو گئی ہے۔ اصغر مرزا کے باپ نہایت سخت مزاج اور کنجوس آدمی ہیں اس لئے اصغر مرزا بہت ڈرے کہ والد مجھے سزا دیں گے۔ ہماری پارٹی میں ایک لوہار کا لڑکا بھی تھا۔ اس کے کپڑے کھیلتے وقت اصغر میاں کے کپڑوں کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے شبہ کیا کہ ہو نہ ہو یا اسی کا کام ہے۔ چنانچہ میں نے اسی لڑکے سے دریافت کیا تو وہ قسمیں کھانے لگا اور کہنے لگا کہ "میاں مجھ پر الزام مت لگاؤ

میں بہت غریب آدمی ہوں ۔ ایسا کبھی نہیں کر سکتا " لیکن اصغر مرزا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ گھڑی تمہارے سوا کسی کے پاس نہیں ہو سکتی ۔ یا تو گھڑی دو ورنہ ہم تمہیں ماریں گے ۔

پہلے تو وہ لڑکا اصغر مرزا کی خوشامد کرتا رہا لیکن جب ہم نہ ملنے تو اس نے اصغر مرزا کو ایک دھکا دیا کہ وہ گر پڑے اور اُن کے سر میں چوٹ لگی ۔ بس پھر کیا تھا مجھے بھی غصہ آگیا ۔ میں نے دوڑ کر اس کی گردن پکڑ لی اور اس سے اور مجھ سے کُشتم کُشتا ہونے لگی ۔ اس نے گالیاں دیں تو مجھے اور بھی غصہ آیا ۔ بھائی جان جانتے ہیں کہ وہ مجھ سے کتنا بڑا اور کتنا طاقتور ہے ۔ تو بھی میں نے اُسے اٹھا کر دے مارا اور سینے پر چڑھ بیٹھا ۔ سب لڑکے تالیاں بجا رہے تھے ۔ اگرچہ میں نے اُسے خوب مارا لیکن وہ آخری دم تک گھڑی کو نہ تبولا ۔

میرے سارے کپڑے خراب ہو گئے آخر کار میں نے اپنی گھڑی اصغر مرزا کو دے دی اور اس طرح اپنے دوست کی مدد کی ۔

باپ بولا ۔ ہاں بیشک تم نے بھی اچھا کام کیا

تب رشیدہ نے کہا :۔ ابا جان گھڑی تو اب تک بھائی جان کے پاس موجود ہے انھوں نے اصغر مرزا کو کہاں سے دے دی ؟

لڑکے جواب دیا " ایک دوست نے مذاق میں وہ گھڑی چھپا دی تھی ۔ جب اصغر مرزا کو ان کی گھڑی واپس مل گئی تو انھوں نے میری گھڑی مجھے دے دی ۔ بہرحال میں نے اپنے دوست کی مدد تو کی ۔

سب سے چھوٹا لڑکا بولا :۔ " افسوس کہ میں نے اس مہینہ میں کوئی ایسا نیک کام نہیں کیا جو ذکر کے قابل ہو " یہ سن کر دونوں بھائی بہت ہی خوش ہوئے کہ اب انعام انھیں کو ملے گا ۔ تب رشیدہ بولی :۔

" تو بھائی جان وہ بٹنوں والا ہی قصہ سنا دیجئے "

باپ نے کہا " حسن میاں وہی سنا دو

ہم بھی تو سنیں کہ کیا بات ہے۔

احسن نے کہا:۔ ابا جان بات تو کچھ نہیں ہے۔ وہ ہمارے مکان کے سامنے ایک مزدور رہتا ہے نہ۔ بھلا سا نام ہے ہاں کریم کریم۔ تو اس کا لڑکا رحیم ہمارے مدرسہ میں پڑھتا ہے۔ اور میرا ہم جماعت ہے۔

کریم ایک کارخانہ میں کام کرتا ہے۔ بیچارہ صبح سے شام تک کام کرتا رہتا ہے تب کہیں جاکر ۸ ملتے ہیں۔ اس کے دو تین بچے ہیں ایک بیوی اور ایک خود۔ بھلا ۸ رہیں کیسے گذر ہو سکتی ہے؛

ابا جان! یہ کارخانے والے بڑے ظالم ہیں۔ اگر وہ کریم کی تھوڑی سی مزدوری بڑھا دیں تو اُن کی دولت میں ٹوٹا نہ آجائے بلکہ اُس کے بال بچے آرام سے رہیں۔ کارخانے والوں کو دعا دیں اور اُن کے مال و دولت میں ترقی ہو۔

خیر۔ اُسی غریب کریم کا لڑکا رحیم جو ہماری جماعت میں پڑھتا ہے اس نے اپنی فیس کی معافی کے درخواست دی۔ لیکن ہمارے ماسٹر صاحب بھی عجیب آدمی ہیں انھوں نے ایسے لڑکوں کی درخواستیں منظور کرادیں جو خوب کھاتے پیتے ہیں۔ اُس بیچارے کی کوئی سفارش نہ تھی اس لئے درخواست نامنظور ہوگئی۔ میں نے ماسٹر صاحب سے کہا کہ اگر آپ ایک غریب کی درخواست پر سفارش لکھ کر اُسے منظور کرا دیتے تو آپ کو بہت ثواب ملتا۔"

ماسٹر صاحب کو میری سچی بات سن کر غصہ آگیا کہنے لگے: "احسن میاں کیا تم ہم سے بھی زیادہ عقلمند ہو؟ تم اس کے باپ کی حالت کیا جانو؟ مزے سے گذر کرتا ہے"۔ میں نے کہا:۔ ماسٹر صاحب آپ یقین کیجئے کہ وہ بہت ہی غریب آدمی ہے"۔ ماسٹر صاحب بولے:۔ اچھا اگر وہ غریب ہے تو تم تو امیر ہو۔ اگر اُس پر ایسا ہی ترس آتا ہے تو تم ہی اس کی فیس دے دیا کرو"۔ میں نے کہا "اچھا۔ ہرج ہی کیا ہے۔ میں ہی دے دیا کروں گا"۔

ابا جان! آپ مجھے جیب خرچ کے لئے

دو آنے روز دیتے ہیں۔ بس وہ میں جمع
کرتا رہتا ہوں۔ مہینہ پر تین چار روپے
ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر رحیم کی
فیس کے دے دیتا ہوں اور باقی اس کی
کا بیوں اور دوسری چیزوں میں کام آجاتے
ہیں اور اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے
باپ کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں
سے بھر آئیں اور چہرہ پر مسکراہٹ نمایاں ہو گئی
رشیدہ نے کہا " بھائی جان آپ نے
ٹبنوں والا قصہ تو سنایا ہی نہیں "
باپ بولا " ہاں بٹیا وہ بھی سنا دو "
تب احسن کہنے لگا۔ " ابا جان کیا سناؤں
ایک دن جو میں رحیم کے گھر گیا تو کیا دیکھتا
ہوں کہ اس کا باپ بیمار پڑا ہے۔ کارخانے
والوں نے کسی قصور پر اسے نکال دیا تھا
اسی غم میں وہ بیمار پڑ گیا تھا۔ دو دن ہو گئے
تھے۔ گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ میں اپنے
گھر میں آکر سوچنے لگا کہ کیا یہ میرے لئے
مناسب ہے کہ میرا پڑوسی تو فاقہ سے
تکلیف اٹھائے اور میں اچھے اچھے کھانے
کھاؤں " میرے پاس اس وقت کچھ بھی
نہ تھا کہ اس کی مدد کرتا۔ آخر کار میں نے
ایک ایسا کام کیا جس کو سن کر آپ کو افسوس
ہوگا "
یہ سن کر دونوں بھائی ہنسنے لگے۔
رشیدہ بولی :- اے تو ذرا پورا قصہ تو سن لو
پھر ہنس لینا "
باپ نے کہا ہاں بٹیا سچ سچ بیان کر دو
تم نے کیا کیا۔
احسن نے نیچی آنکھیں کر کے کہا کہ " آپ نے
سونے کے بٹن میرے لئے بنوائے تھے
وہ میں نے اپنی قمیص میں سے نکالے اور
چپ چاپ بیس روپے کے بیچ دئے
اور وہ روپئے لے جاکر میں نے اس غریب
مزدور کو دے دئے۔ پہلے تو وہ روپے
لینے میں بہت جھجکا لیکن جب میں نے کہا
کہ یہ روپے میرے گھر سے تمہاری مدد کے
لئے بھیجے گئے ہیں تو اس نے نہایت شکریہ

کے ساتھ روپے لے لئے اور مجھے، آپ کو
اور تمام گھر والوں کو اُس نے اور اُس کی
بیوی نے بہت بہت دعائیں دیں۔
احسن کے دونوں بھائیوں نے ایک
زبان ہو کر کہا: "یہ تو بہت فضول خرچی ہوئی
اگر مدد ہی کرنی تھی تو دو ایک روپے اُس
کے لئے کافی تھے۔"

باپ احسن کا قصہ سن کر کھڑا ہو گیا اور اس
نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو سینے سے لگا لیا
اور کہا "شاباش بیٹا! تم نے سب سے اچھا اور
سب سے بڑا کام کیا۔ ٹینوں کی کوئی فکر مت کرو
میں تمہارے اِس نیک کام پر ایک کیا بلکہ سینکڑوں
ٹینوں کو قربان کر سکتا ہوں۔ لو یہ کتاب تمہیں کو
انعام دی جاتی ہے۔ (باقی آئندہ)　ایڈیٹر

کمبل اور لحاف کا مناظرہ

(از حضرت خواجہ حسن نظامی)

سردی کا موسم آگیا۔ اون کا بنا ہوا
کمبل اور روئی کا بنا ہوا لحاف اپنی اپنی
تعریف کر رہے ہیں۔
کمبل کہتا ہے میں بہت گرم ہوں
بارش اور برف باری کے زمانہ میں لحاف
رونے لگتا ہے اور انسان کو سردی سے نہیں
بچا سکتا۔ اِس واسطے سردی میں مجھ کو
خریدا جائے اور مجھ کو اوڑھا جائے میں

لحاف کی طرح موٹا نہیں ہوں۔ بھاری
نہیں ہوں اور پرانے فیشن کی پرانی چیز بھی
نہیں ہوں
لحاف بہت موٹا۔ بہت بھدا۔ فیشن کے
خلاف اور بہت ہی بے قرینہ چیز ہے۔ سفر
میں لے جانا ہو تو بستر میں نہیں آتا۔ ریل کی
سیٹ پر نہیں رکتا۔ ایک کروٹ لی اور یہ گرا
لحاف کہتا ہے۔ کمبل جانور کی اُترن

اون سے بنا ہے۔ میں قدرت کی پیداوار
انسانی محنت سے تیار شدہ روئی سے بنتا ہوں
کمبل جانوروں کی اُترن ہے اس کا استعمال
بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ کمبل چاہے
کیسا ہی خوبصورت اور قیمتی ہو لحاف جیسی
گرمائی اس میں نہیں ہوتی۔ بارش اور برف
میں بے شک وہ زیادہ محفوظ رہتا ہے
لیکن اگر لحاف کو بھی تری اور نمی سے بچایا
جائے تو وہ بھی بارش اور برف میں کام دے
سکتا ہے اور اس کی گرمائی کمبل سے کئی حصے
زیادہ ہوتی ہے۔

وہ کہتا ہے لحاف موٹا ہے اور بھدا ہے
مگر یہ نہیں کہتا کہ لحاف نرم بھی زیادہ ہے۔
کمبل کے بال بدن میں سوئیوں کی طرح
چبھتے ہیں مگر لحاف اماں کی گود کی طرح
بالکل بے ضرر ہوتا ہے اور لحاف اوڑھنے
کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو ہفت
اقلیم کی بادشاہت مل گئی۔
پرانا فیشن آرام کی چیز ہے اور نئے
فیشن میں سوائے تکلیف اور تکلف کے
اور کچھ بھی نہیں ہے۔ سفر میں لے جانا ہو تو
زیادہ روئی کا لحاف نہ لو کم روئی کا لو وہ
ہر وقت قابو رہے گا۔

لحاف کی تقریر سن کر کمبل کو غصہ آگیا
اور اس نے لال اِملی اور دھاری وال۔
پانی پت اور مظفر نگر کے کمبل بُننے والوں
کو آواز دی کہ بھائیو! ذرا آنا۔ میں اس
زبان دراز لحاف کو اپنی شاہانہ قوت کا مزہ
چکھاؤں۔ یہ کہہ کر کمبل نے پولیس کی موٹی
موٹی لکڑیاں ہاتھ میں لیں اور لحاف کو مارنا
شروع کیا۔......... لحاف
پر لکڑیاں پڑتی تھیں تو وہ ہنستا تھا اور کہتا
تھا کہ بے وقوف کمبل یہ نہیں دیکھتا کہ لکڑیاں
مارنے سے تو میری عزت اور میری قدر بڑھ
جائے گی اور لوگ سمجھ لیں گے کہ اگر کسی
کمبل اوڑھنے والے کے اوپر لکڑی ماری
جائے تو چوٹ لگ جائے گی اور لحاف اوڑھنے
والے کے اوپر موٹا لٹھ بھی چلاؤ تو اس کو

خبر بھی نہ ہوگی۔ تو لحاف ہی بناؤ کہ وہ اچھی چیز ہے۔

کمبل نے یہ بات سنی تو وہ بھاگ گیا اور اس نے لحاف کو مارنا چھوڑ دیا۔

(خواجہ اسکول گزٹ دہلی)

مدرسہ اور خوشخطی

۲

(سلسلہ کے لئے ستمبر کا رسالہ دیکھو)

انیس۔ کیا جب تم مدرسہ میں داخل ہوئے تھے تب ایسا خط نہیں تھا؟

اشرف۔ نہیں بلکہ بہت خراب تھا۔

انیس۔ پھر اتنی جلدی کیوں کر ایسے خوش خط ہو گئے؟

اشرف۔ بات یہ ہے کہ بعضے لڑکے مدرسہ میں کام جی لگا کر نہیں کرتے۔ بیگار سمجھتے ہیں جلدی جلدی گھسیٹ کر پورا کر کے لے آتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ برا ہے یا اچھا اُستاد خوش ہوں گے یا ناراض۔ اس میں اپنا نفع ہے یا نقصان۔ ہر بچہ اگر دھیان رکھے تو بہت جلد اس کا خط اچھا ہو سکتا ہے۔

انیس:۔ بھائی میرا خط بہت خراب ہے، اور املا بھی درست نہیں۔ مجھے وہ گر بتاؤ کہ جلد اور کم محنت میں خط ٹھیک ہو جائے۔ ابا جان کے جب کوئی دوست آتے ہیں اور پوچھتے ہیں تم کیا پڑھتے لکھتے ہو؟ اپنی کاپی لکھ کر مجھے دکھاؤ تو مجھے بہت شرم آتی ہے۔

اشرف۔ تمہارا خط بہت جلد اچھا ہو جائے گا مجھے ماسٹر صاحب نے جو کچھ ہدایت کی ہے۔ میں بتاتا ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے وہ بھی تم کرنا۔

انیس۔ ضرور۔ ضرور۔ اس لئے کہ میں

اپنی بدخطی پر بہت نادم ہوں۔

اشرف۔ ماسٹر صاحب فرماتے تھے کہ بچے کو لکھنے میں جلدی نہ کرنا چاہئے اور لکھتے وقت کتاب کو غور سے دیکھتا رہے۔ جو حرف یا لفظ جس طرح لکھا ہوا ہے ہو بہو اُسی کی نقل اُتارنے کی کوشش کرے یہ بھی یاد رکھو کہ کون لفظ کن کن حرفوں سے لکھا ہے۔ جس لفظ کی شکل یاد نہ رہتی ہو اُسے بار بار لکھنے سے اُس کی صورت دل میں جم جائے گی۔ پھر املا کی غلطی نہیں ہو سکتی

انیس۔ اچھا یہ تو املا صحیح ہونے کا طریقہ ہے۔ خط اچھے ہونے کی ترکیب بتاؤ۔

اشرف۔ وہ بھی یہی ہے کہ جو لفظ یا حرف قلم سے ٹھیک نہ نکلے اُسے بار بار لکھو۔ یہ تو ضرور ہے کہ کاپی لکھ کر تم اُستاد کے پاس لے جاؤ گے۔ وہ شروع سے آخر تک دیکھیں گے۔ جو لفظ اچھا یا درست نہ ہوگا اسے اپنے قلم سے لکھ کر بتائیں گے۔ اُن کے قلم کی پکڑ اور چکر کو دیکھتے رہو اور دھیان میں رکھو۔ پھر اپنی جگہ پر آ کر دس بیس بار ہاتھ روک کر لکھو۔ جب ہاتھ منجھ جائے گا اور مشق ہو جائے گی تو ہمیشہ خوب صورت حرف قلم سے نکلا کریں گے۔

انیس:۔ یہ تو بہت سہل ترکیب ہے۔ اِس میں تو کوئی بات مشکل ہی نہیں ہے۔

اشرف۔ مشکل تو کوئی کام نہیں ہے بعض بچے کاہل ہوتے ہیں اور محنت سے جی چراتے ہیں۔ دماغ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ وہ عمر بھر لکھتے ہیں مگر نہ خط ٹھیک ہوتا ہے اور نہ املا

چھ مہینے بعد امتحان ہوا۔ انیس نے خوش خطی میں سو نمبر پائے۔ سب نے اس کو مبارک باد دی۔ وہ اشرف کا سب سے زیادہ شکر گزار تھا۔ اور اشرف بھی انیس کی کامیابی پر سب سے زیادہ خوش تھا کہ اس کی محنت ٹھکانے لگی۔　　(محوی۔ صدیقی۔ لکھنوی)

(جونیر اردو لیکچرار مدراس یونیورسٹی)

ایک عقلمند بنیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شاہِ ایران اور دیگر درباری اپنی اپنی جگہ پر جلوہ افروز تھے اور سلطنت کی بہتری کے ذرائع سوچے جا رہے تھے تو وزیر صاحب نے ایک تجویز پیش کی کہ بادشاہ سلامت یہ سلطنت سخت خطرے میں ہے کیونکہ اِس سلطنت کا خزانچی ایک بنیا ہے۔ خزانہ سلطنت کا خون ہے اور اس پر ایک بنیئے کا قابض ہونا بربادی کی علامت ہے۔ اس لئے یہ کام کسی دوسرے دیانت دار اور ہوشیار آدمی کو سونپا جاوے۔

یہ تجویز بادشاہ کو بہت پسند آئی اور بذریعہ اشتہار خزانہ کے کام کیلئے امیدوار طلب کئے۔ تاریخ مقررہ پر بہت سے امیدوار حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے امتحان کرنے کے لئے سب امیدواروں کو مع پہلے خزانچی کے الگ الگ کوٹھریوں میں قید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ ان کو سات دن تک کسی قسم کی خوراک بہم نہ پہونچائی جائے بلکہ لڈّوں کا ایک ایک ٹوکرا اُن کے حوالہ کیا جائے اگر ان میں سے کسی کے لڈوؤں کی تعداد میں کچھ کمی آگئی تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

چونکہ وہ لوگ بھوک کو برداشت کرنے کے قطعی عادی نہ تھے پھر بھی بیچاروں نے بمشکل تمام دو تین روز فاقے کرتے ہوئے گذارے مگر کب تک۔ آخرکار انھوں نے سوچا کہ موت ہر دو صورتوں میں ضروری ہے۔ اگر لڈّو نہیں کھاتے تو بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرجائیں گے جو ایک ذلیل موت ہے۔ اگر کھاتے ہیں تو سر قلم ہوگا۔ انھوں نے پہلی صورت کو برا سمجھ کر لڈّوں کو کھانا شروع کیا۔ مگر بنیئے نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہر روز ٹوکرے کو ہلا کر

کچھ چور الگ نکال لیتا اور اُسے کھا کر اپنا گذارہ کر لیتا مگر تعداد کو ہرگز کم نہ ہونے دیتا۔

ساتویں روز بادشاہ نے برسرِ دربار تمام قیدیوں اور اُن کے ٹوکروں کو طلب کیا اور لڈوؤں کی تعداد سنبھالی گئی۔ چنانچہ پڑتال کرنے پر معلوم ہوا کہ بنئے کی تعداد کے سوا تمام امیدواروں کے لڈوؤں میں کمی آگئی ہے اس پر بادشاہ نے ان سے جواب مانگا تو سب نے عرض کیا کہ جہاں پناہ ضرورت نے ہمیں مجبور کر دیا۔

پھر بنئے سے بھی پوچھا تو اس نے دست بستہ عرض کی کہ حضور ہم لوگ اصل کبھی نہیں کھاتے۔ صرف جھڑے ہوئے چورہ پر گذارہ کر لیتے ہیں۔ یہ سن کر سب درباری حیران و ششدر رہ گئے۔ اور پھر بنئے ہی کو خزانے کا انچارج رکھنا مصلحت قرار دیا گیا۔

(گنگا رام اول مدرس)

عیسیٰ پور

چند نصیحتیں

۱۔ جھوٹ نہ بولو اس سے تمہارا اور دوسروں کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ایک نہ ایک دن تم ضرور پکڑے جاؤ گے اور پھر تمہارا انجام بہت بُرا ہوگا اور پھر باوجود سچ بولنے کے بھی تمہارا کوئی اعتبار نہ کرے گا۔

۲۔ قرض بری بلا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے "ادعا محبت کی قینچی ہے" قرض دینے والا اور قرض لینے والا دونوں خطرے میں ہوتے ہیں اور دونوں میں سے ایک ضرور تباہ ہوتا ہے۔

۳۔ صفائی کو رکھو ہمیشہ عزیز۔ صفائی سے بہتر نہیں کوئی چیز صفائی کا بہت خیال رکھو۔ اپنے گھر۔ کتابوں کپڑوں۔ جسم۔ معاملات۔ دل اور خیالات کی صفائی کا خیال ضروری چیز ہے۔

۴۔ کسی کام یا بات کرنے سے پہلے اس پر خوب غور کر لو۔ بے وقوف لوگ پہلے بات کرتے ہیں اور بعد میں سوچتے ہیں۔

(محمد یاسین۔ ہیڈ ماسٹر پنجابی اسکول)
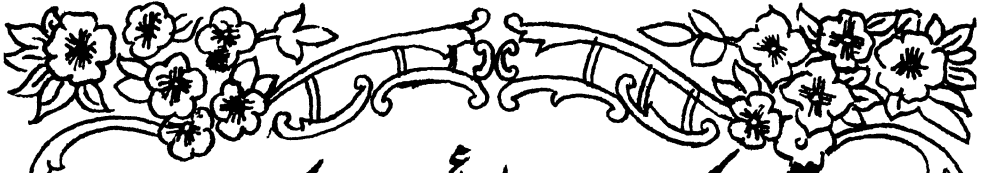
وقت کو بیکار ضائع مت کرو

(از امۃ الزہرا بیگم حیاؔ - مدیرہ "عفت" دہلی)

پیارے بچو وقت کو سمجھو عزیز
عقل سیکھو اور بنو تم باتمیز

تم کو دیتا ہے سبق یہ کام کے
ہو اگرچہ تم بھی خواہاں نام کے

جاننا تم اس کو ہمدم ہر گھڑی
جس نے اس کی قدر کی عزت ملی

راز ہے اس میں ترقی کا نہاں
عقلمندوں پر حقیقت ہے عیاں

وصف اس کے ہو نہیں سکتے بیاں
ہے اسی کے صدقہ سے قائم جہاں

جس نے کھویا وقت کو پایا نہیں
ہے مسلّم جا کے پھر آیا نہیں

گو وہ ساری عمر پچھتایا کیا
بعد میں پچھتائے سے ہوتا ہی کیا

وقت کھویا ذلت و خواری سہی
نام کے عوض میں بدنامی سہی

ملتجی خالق سے ہوں لیل و نہار
اے حیاؔ بچے ہوں سب کے ہونہار

مہاتما گاندھی کی آپ بیتی کا ایک باب

طالب علمی کا زمانہ - چوری اور اس کا کفارہ

مہاتما گاندھی نے اپنی زندگی کے بالکل صحیح صحیح حالات اپنے گجراتی اخبار نوجیون میں شائع کئے تھے جو نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے گئے اور اُن کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے اُن تمام واقعات کو تلاش حق کے نام سے اردو زبان میں شائع کیا ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کے لئے مفید اور نہایت ضروری ہے ذیل میں ہم مکتبہ جامعہ ملیہ کی اجازت سے مہاتما گاندھی کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ اُسی کتاب سے نقل کرکے شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ہونہار بھائی اس سے فائدہ اٹھائیں گے "ایڈیٹر"

مجھے ابھی اپنی چند اور لغزشوں کا ذکر کرنا ہے جو گوشت کھانے کے زمانہ میں اور اس سے پہلے مجھ سے سرزد ہوئیں۔ ان کا سلسلہ میری شادی کا وقت سے یا اس کے تھوڑے دن بعد سے شروع ہوتا ہے۔

میرے ایک عزیز کو اور مجھے سگریٹ پینے کا چسکا لگ گیا۔ یہ بات نہ تھی کہ ہم اس عادت کو اچھا سمجھتے ہوں یا سگریٹ کی خوشبو پر ریجھے ہوں۔ ہمیں تو صرف منہ سے دھواں نکالنے میں ایک خیالی لطف آتا تھا۔ میرے چچا اُس کے عادی تھے اور جب ہم انھیں سگریٹ پیتے دیکھتے تھے تو ہمارا جی چاہتا تھا کہ اُن کی طرح ہم بھی پئیں۔ مگر ہمارے پاس دام تو تھے نہیں اس لئے ہم نے ابتدا اس طرح کی کہ ہم سگریٹ کے ٹکڑے جو ہمارے چچا پی کر پھینک دیتے تھے چرا لاتے تھے۔

مگر یہ ٹکڑے ہر وقت نہیں مل سکتے تھے اور ان میں سے دھواں بھی زیادہ نہیں نکلتا تھا اس لئے ہم نے نوکروں کے جیب خرچ میں سے پیسے چرانا شروع کئے کہ ہندوستانی سگریٹ خریدیں لیکن مشکل یہ تھی کہ انھیں رکھیں کہاں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ہم بڑوں کے سامنے

تو سگرٹ پی نہیں سکتے تھے۔ چند ہفتے تک ہم کسی نہ کسی طرح ان چرائے ہوئے پیسوں سے کام چلاتے رہے۔ اس عرصہ میں ہم نے سُنا کہ ایک درخت کی ڈال میں مسامات ہوتے ہیں اور اس کے ٹکڑے سگرٹ کی طرح پئے جا سکتے ہیں۔ ہم انھیں لے آئے اور پینا شروع کر دیا۔

لیکن ان چیزوں سے ہماری تسلّی نہ ہوتی تھی۔ آزادی نہ ہونا ہمیں کھلنے لگا۔ ہم سے یہ برداشت نہ ہوتا تھا کہ ہم بغیر بڑوں کی اجازت کچھ نہ کر سکیں۔ آخر زندگی سے متنفّر ہو کر ہم نے خودکشی کی ٹھان لی۔

مگر اب یہ سوال تھا کہ خودکشی کی کیسے جائے؟ زہر کھائیں تو زہر کہاں سے لائیں۔ ہم سے کسی نے کہا کہ دھتورے کے بیج زہرِ قاتل ہیں۔ ہم دوڑے ہوئے گئے اور دھتورے کے بیج لے آئے ہم نے شام کے وقت کو اس کام کے لئے مبارک سمجھا۔ ہم "کدارجی" کے مندر میں گئے وہاں کے چراغ میں گھی ڈالا "درشن" لئے اور کوئی سونی جگہ ڈھونڈھنے لگے۔ مگر ہماری ہمت نے جواب دے دیا۔ فرض کرو کہ ہم فوراً نہ مرے اور آخر مرنے سے فائدہ ہی کیا؟ آزادی نہیں ہے تو نہ سہی۔ اس حالت کو کیوں نہ برداشت کریں؟ پھر بھی ہم دو تین بیج نگل ہی گئے۔ ہم دونوں موت سے ڈر گئے اور ہم نے طے کیا کہ "رامجی مندر" میں جا کر ذرا حواس درست کریں اور خودکشی کا خیال چھوڑ دیں۔

مجھے معلوم ہو گیا کہ خودکشی کرنا اتنا سہل نہیں جتنا اس کا ارادہ کرنا اور اس دن سے جب میں کبھی سنتا ہوں کہ فلاں شخص خودکشی کی دھمکی دے رہا ہے تو مجھ پر بہت کم اثر ہوتا ہے۔

خودکشی کے خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونوں نے سگرٹ کے ٹکڑے پینا اور سگرٹ کے لئے نوکروں کے پیسے چرانا چھوڑ دیا۔ جب سے میں بالغ ہوا مجھے کبھی تمباکو پینے کی خواہش نہیں ہوئی اور میں اس عادت کو تہذیب کے خلاف اور مضر سمجھتا ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی کہ ساری دنیا میں لوگ تمباکو

پینے پر کیوں جان دیتے ہیں۔ مجھ سے تو پیل کے ڈبے میں جہاں تمباکو پینے والے بھرے ہوں بیٹھا نہیں جاتا۔ میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔

لیکن اس سے بڑی چوری کا میں کچھ دن بعد مرتکب ہوا۔ جب میں نے پیسے چرائے تو میری عمر بارہ تیرہ سال کی بلکہ اس سے بھی کم تھی۔ دوسری چوری کے وقت میں پندرہ برس کا تھا۔ اِس بار میں نے اپنے گوشت کھانے والے بھائی کے بازو بند سے ایک سونے کا ٹکڑا چرا لیا۔ یہ بھائی پچیس روپے کے مقروض تھے۔ وہ بازو پر خالص سونے کا بازو بند باندھا کرتے تھے۔ اِس میں سے ایک ٹکڑا کاٹ لینا کوئی مشکل بات نہ تھی۔

چنانچہ ایسا کیا گیا اور قرض ادا ہو گیا لیکن یہ اتنا سنگین جرم تھا کہ مجھ سے کسی طرح برداشت نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے عہد کر لیا کہ پھر کبھی چوری نہیں کروں گا۔ میرا یہ بھی ارادہ ہوا کہ اپنے والد کے سامنے جرم کا اعتراف کروں۔ مگر ہمت نہ پڑتی تھی یہ بات نہ تھی کہ مجھے اپنے والد کے ہاتھ سے مار کھانے کا ڈر ہو۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے ہم لوگوں کو کبھی نہیں مارا۔ خوف تھا تو یہ کہ انھیں بہت دکھ ہوگا

آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اعتراف نامہ لکھ کر اپنے والد کو دوں اور ان سے معافی کی درخواست کروں۔ میں نے سارا واقعہ ایک کاغذ پر لکھا اور خود لے جا کر انھیں دے دیا اس رقعے میں میں نے نہ صرف اپنے جرم کا اعتراف کیا بلکہ یہ خواہش بھی کی کہ مجھے اس کی کافی سزا دی جائے اور آخر میں میں نے اُن سے درخواست کی کہ میرے قصور کے بدلے وہ اپنا دل نہ کڑھائیں۔ میں نے اِس بات کا عہد کیا کہ پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔

جب میں نے اعتراف نامہ انھیں دیا تو میں کانپ رہا تھا۔ وہ ان دنوں ناسور میں مبتلا تھے اور صاحبِ فراش ہو گئے تھے۔ ایک کھرّے تخت پر لیٹے رہتے تھے۔ میں نے انھیں رقعہ دے دیا اور چوکی کے سامنے بیٹھ گیا۔

انہوں نے اسے اول سے آخر تک پڑھا
اور موتیوں کے قطرے ٹپ ٹپ اُن کے
رخساروں پر اور کاغذ پر گرنے لگے۔ دم بھر
وہ آنکھیں بند کرکے سوچتے رہے۔ اس کے بعد
انہوں نے رقعہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ اسے
پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے تھے۔ اب وہ پھر
لیٹ گئے۔ میں بھی رونے لگا۔ میں دیکھ رہا
تھا کہ انھیں کیسا دکھ ہے۔ اگر میں نقاش
ہوتا تو آج اتنے دن کے بعد بھی پورے منظر
کی تصویر کھینچ دیتا۔ اِس واقعہ کی یاد میرے
دل میں اب تک اس قدر تازہ ہے۔

اُن محبت کے موتیوں نے میرے
دل کو پاک کر دیا۔ میرے گناہ کو دھو ڈالا

....

اس طرح کا شاندار عفو میرے والد کی طبیعت
سے بعید تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ خفا ہو جائیں
گے۔ سر پیٹ لیں گے مجھے سخت سست کہیں گے
لیکن ان کا سکون دیکھ کر حیرت ہوتی تھی
اس کی وجہ یہی تھی کہ میں نے صاف صاف
اپنے گناہ کا اعتراف کرلیا۔ گناہ کا پورا اعتراف
اور آئندہ اس سے باز رہنے کا عہد لیسے شخص
کے سامنے جو انھیں قبول کرنے کا اہل ہے توبہ
کی خالص ترین صورت ہے۔ مجھے معلوم ہے
کہ میرے اِس اعتراف سے والد کو میری طرف
سے پورا اطمینان ہوگیا اور انھیں مجھ سے
جو محبت تھی وہ بے انتہا بڑھ گئی۔

(مہاتما گاندھی)

چند مشکل الفاظ کے معنی

لغزش۔ غلطی	اعتراف کرنا۔ اقرار کرنا، ماننا
	ناسور۔ ایک قسم کا خطرناک پھوڑا
مسامات۔ سوراخ	صاحب فراش ہونا۔ بہت سخت بیمار ہونا۔
تُنفّر ہونا۔ نفرت کرنا	نقاش۔ نقش کھینچنے والا مصور
کھلنے لگا۔ تکلیف دینے لگا	منظر۔ نظارہ۔ سماں۔
خودکشی اپنے آپ کو مار ڈالنا	عفو۔ معافی۔
بالغ۔ جوان	بعید۔ دور
مُضر۔ نقصان دینے والا	سکون۔ اطمینان
سنگین جرم۔ نہایت سخت قصور	اہل۔ قابل۔ لائق

"اِس میں کوئی شک نہیں"

(۱) (ترجمہ انگریزی)

کسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک بوڑھے جہازراں کے پاس ایک طوطا تھا۔ وہ اس کو کہیں سمندر پار سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ کوئی اچھا بولنے والا پرند نہ تھا۔ اُس کا مالک اکثر کہا کرتا تھا "دریں چہ شک" یعنی اس میں کوئی شک نہیں۔ اُس طوطے نے بھی وہی کہنا شروع کیا۔

(۲)

وہ طوطا تمام دن یہی کہا کرتا کیونکہ وہ کچھ اور بول نہ سکتا تھا۔ اُس جہازی نے اس کو بہت روز تک اپنے پاس رکھا لیکن جب وہ غریب ہو گیا تو اس نے اپنے بیچنے کی خواہش کی۔ وہ کھڑا ہو گیا اور بازار میں پہونچا اور چلّا چلّا کر کہنے لگا۔ "کیا کوئی میرا طوطا خریدے گا" کیا کوئی میرا طوطا خریدے گا۔

(۳)

ایک شخص جو سڑک پر سے گذر رہا تھا اس نے پوچھا " اس طوطے کی کیا قیمت ہے"۔ طوطے والے نے کہا بیس روپے" خریدار نے کہا " کیا یہ طوطا ۲۰ روپے کے قابل بھی ہے؟" طوطا بولا: "دریں چہ شک۔ دریں چہ شک"

(۴)

وہ شخص بہت خوش ہوا اور اس نے فوراً طوطے والے کو دام دے دئے اور طوطے کو اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ لیکن اس کو جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ یہ طوطا اچھا بولنے والا نہیں ہے۔ ایک روز وہ طوطے کے پنجرے کے پاس کھڑا ہوا یہ کہنے لگا کہ میں بھی کیسا بے وقوف ہوں کہ میں نے

ایسے خراب پرندکے لئے تیس روپے
دینے منظور کرلئے"۔

طوطا بولا: "دریں چہ شک۔ دریں چہ شک"
(ثریا بیگم از کلکتہ)

نرمی سے گفتگو کرو

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

چھوٹے بچوں سے بھی نرمی سے گفتگو کرو اور ان کو نرمی کا لہجہ سکھاؤ کیونکہ ان کا
بچپن عرصہ تک رہنے والا نہیں ہے۔

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

نرمی سے گفتگو کرو اُس عمر رسیدہ سے جس کا دل فکر اور پریشانی سے تھک گیا
ہو اور جس نے زندگی کے تقریباً تمام دن گذار دئے ہوں۔ اب اسے اطمینان
سے روانہ ہونے دو۔

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

نرمی سے گفتگو کرو اُس غریب سے جس نے تمام زندگی گریہ و زاری، افلاس
اور تنگ دستی میں صبر کے ساتھ گذار دی اور تمام عمر سخت الفاظ سنتے سنتے اُس کا
دل پر ہو گیا ہو۔ اس کے کانوں تک سخت الفاظ نہ پہونچنے دو۔

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

نرمی سے گفتگو کرو۔ اگرچہ یہ ایک معمولی بات ہے مگر اس کی اہمیت کو سمجھو اور
اچھی طرح اس کا استعمال کرنا سیکھو۔ کیونکہ اِن منزلوں سے تم کو بھی گذرنا ہے

(انگریزی نظم سے ترجمہ) مرسلہ آزاد انصاری سابق مدیر ترجمان بنارس (از محمد اقبال مرحوم مالیگانوی)

سردی کی آمد

(از مولوی شفیع الدین نیّر ٹیچر موڈرن ہائی اسکول دہلی)

چار موسم خدا نے بنائے
اپنی قدرت کے جلوے دکھائے

گرمی سردی بہار اور برسات
ہے ہر اک میں نئی دھج نئی بات

سردی آتے ہی گھٹنے لگا دِن
رات بڑھنے لگی جب گھٹا دِن

دھوپ میں اب نہ اگلی سی تیزی
اور نہ سورج میں پہلی سی شوخی

وہ بھی کترا کے چلنے لگا ہے
ہم سے بچ کر نکلنے لگا ہے

اب نہ آندھی نہ کوئی بلا ہے
سرد موسم ہے ٹھنڈی ہوا ہے

پانی دریا میں ہونے لگا کم
برف کا اب پگھلنا گیا تھم

آگ تاپیں گے اب سارے انساں
دھوپ کھائیں گے جاندار ہر آن

روئی اور اون سے لو لگے گی
چائے قہوے کی محفل جمے گی

لوگ اوڑھیں گے اونی دوشالہ
ہوگا سردی کا اب بول بالا

نیّر اُس کا کرو شکر ہر دم
جس نے موسم دئے ایسے پیہم

ایک مرغی کے بچوں کی شرارت

ایک مُرغی نے اپنے بچوں سے کہا "میرے پیارے بچّو میں تمہارے لئے کچھ کھانا لینے جارہی ہوں۔ دیکھو پانی کے قریب مت جانا۔ میں جلدی آجاؤں گی" لیکن اِن شریر بچوں نے پانی میں جانا چاہا۔ جب اُن کی ماں نظر سے غائب ہوگئی تو انھوں نے کیا کیا کہ انڈوں

کے چھلکوں میں بیٹھ کر پانی میں تیرنے لگے اور بہت خوش ہوئے جب اُن کی ماں اُن کے لئے کچھ ناشتہ لے کر آئی تو اپنے بچوں کے کرتوت دیکھ کر سکتہ میں رہ گئی۔ اُس نے کہا۔ بچو فوراً واپس آجاؤ ورنہ ڈوب جاؤ گے"۔ لیکن افسوس کہ وہ واپس نہ آسکے۔

ریچھوں کا محل

شکیلہ ایک بہت خوب صورت اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ اس کا مکان جنگل میں تھا۔ وہ اپنے پائیں باغ میں روزانہ کھیلا کرتی تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ شکیلہ کھیلتے کھیلتے اپنے باغ سے بہت دور نکل گئی۔ جب بہت سنسان جنگل آگیا تو وہ اب بھی نہیں ڈری بلکہ کھیلتے کھیلتے ایک بہت بڑے محل کے سامنے پہونچی۔ اب اس کو خیال آیا کہ چلو اندر چل کر دیکھیں کہ یہ کس کا مکان ہے؟

بچی تو تھی ہی جھٹ مکان کے اندر چلی گئی۔ وہاں جاکر کیا دیکھتی ہے کہ ایک بہت بڑا مکان ہے۔ جو طرح طرح کے سامانوں سے سجا ہوا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اُس نے سارا محل دیکھ ڈالا۔ اور گھومتے گھومتے ایک بڑے کمرے میں گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اُس کمرے میں تین میز اور تین کرسیاں رکھی ہیں۔

ایک میز اور کرسی سب سے بڑی ہے۔ دوسری کرسی اور میز اُس سے چھوٹی اور تیسری کرسی اور میز اس سے چھوٹی ہے۔ پھر جو دیکھا تو تینوں میزوں پر ایک ایک پیالے میں کھیر رکھی ہوئی ہے۔

شکیلہ پہلے بڑی کرسی پر چڑھی تو وہ کرسی بہت اونچی اور بڑی تھی۔ اس لئے بڑی کرسی پر نہ چڑھ سکی۔ شکیلہ نے دوسری کرسی پر چڑھنا چاہا لیکن وہ بھی بہت بڑی تھی۔ آخر کو شکیلہ چھوٹی کرسی پر بہت دقت سے چڑھ گئی اور بیٹھ کر خوب مزے سے کھیر کھائی۔ جب کھیر کھا چکی تو وہاں سے اُٹھ کر ایک بہت بڑے کمرے میں پہونچی تو کیا دیکھتی ہے کہ تین بڑے بڑے پلنگ بچھے

ہیں مگر ایک سب سے بڑا پلنگ ہے دوسرا اس سے کچھ چھوٹا اور تیسرا اس سے کچھ چھوٹا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی

شکیلہ گھومتے گھومتے تھک گئی تھی اور شام بھی ہو گئی تھی۔ شکیلہ کو خیال آیا کہ چلو گھر چلیں مگر جب نیند نے زیادہ زور کیا تو اُس نے سوچا کہ یہاں کوئی ہے تو نہیں۔ لاؤ تھوڑی دیر یہیں سو رہیں۔ اس نے پہلے بڑے پلنگ پر لیٹنا چاہا تکیہ اٹھایا مگر نہ تکیہ اٹھا نہ پلنگ پر چڑھ سکی۔ دوسرے پلنگ پر چڑھنا چاہا لیکن ناکام رہی۔ مگر چھوٹے پلنگ پر لیٹ کر سو رہی۔

دو تین گھنٹے کے بعد تین ریچھ جھومتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ دراصل یہ محل ریچھوں کا تھا۔ ریچھ سیر کے واسطے کہیں گئے ہوئے تھے۔ تینوں ریچھ جلدی جلدی کھانے کے کمرے میں گئے تو حیران رہ گئے۔ پہلا ریچھ جو سب سے بڑا تھا بولا "میری کرسی کو کسی نے چھوا ہے"۔

دوسرا ریچھ بولا۔ "میری کرسی کو بھی کسی نے چھوا ہے"۔ تیسرا بولا "میری کرسی پر کوئی بیٹھا تھا"۔

پہلا ریچھ بولا "میرے پیالے کو کسی نے چھوا ہے"۔

دوسرا۔ "میرے پیالے کو بھی کسی نے چھوا ہے"

تیسرا۔ "میرا پیالہ تو صفا چٹ ہے۔ کسی نے میری کھیر کھائی ہے"۔

اب تو ریچھ بہت حیران ہوئے کہنے لگے کہ "کھیر کون کھا گیا" تینوں نے جو کھیر دو پیالوں میں رہ گئی تھی مل کے کھائی۔ جب وہ کھانا کھا کر اُٹھے تو اپنے سونے کے کمرے میں آئے۔ پہلا ریچھ بولا۔

"میرے پلنگ کو کسی نے چھوا ہے"

دوسرا۔ "میرے پلنگ کو بھی کسی نے چھوا ہے"

تیسرا۔ "میرے پلنگ پر تو کوئی سو رہا ہے"

اتنے میں شکیلہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چیخ مار کر بھاگی۔ ریچھ بھی شکیلہ کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگے۔ وہ جھٹ سے ایک

کھڑکی میں سے کود کر جلدی جلدی بھاگ کر اپنے گھر آئی ۔ ریچھ شکیلہ کو ڈھونڈھتے ، ڈھونڈھتے تھک گئے مگر شکیلہ نہ ملی ۔ وہ اپنے گھر آگئی ۔

شکیلہ نے گھر جا کر سارا واقعہ اپنی ماں سے بیان کیا تو اُس کی ماں نے کہا " خبردار ! اب تم کہیں نہ جانا ۔ اگر اب گئیں تو تمہیں ریچھ مار ڈالیں گے " شکیلہ اُس روز سے پھر کہیں نہیں گئی ۔

(صغرا بیگم بنت سید الطاف حسین صاحب ۔ لاڈوہ)

ماہ اکتوبر کے معمہ کا حل

ماہ ستمبر اور ماہ اکتوبر کے رسالہ ہونہار میں جو معمہ شائع ہوا تھا ۔ اُس کا حل ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کا نام ہے ۔ مندرجہ ذیل خریدار صاحبان نے معمہ صحیح حل کیا ہے ۔

۱ ۔ حامد حسین صاحب ۔ مدراس
۲ ۔ اصغر احمد خاں صاحب بلند شہر
۳ ۔ رفیق جنگ صاحب ۔ کاندلہ
۴ ۔ محمد سعید صاحب ۔ دہلی
۵ ۔ ناظم صاحب انجمن تہذیب الاخلاق دہلی
۶ ۔ محترمہ صغرا بیگم صاحبہ ۔ حیدرآباد دکن
۷ ۔ محمد اقبال صاحب ہری پور ہزارہ
۸ ۔ یوسف علی صاحب ۔ گوڑگاؤں
۹ ۔ لفٹنٹ شمشیر علی خاں صاحب متھرا
۱۰ ۔ سید ارشاد احمد صاحب آگرہ
۱۱ ۔ نواب زادہ سید فرخندہ علی خاں ۔ حیدرآباد

بعض معمہ حل کرنے والے صاحبان نے ارکاٹکٹ نہیں بھیجا اس لئے ان کا نام مقابلہ میں شامل نہیں کیا گیا ۔ بذریعہ قرعہ اندازی مندرجہ ذیل صاحبان کے نام انعام نکلا ۔

انعام اوّل ۔ محمد سعید صاحب دہلی
انعام دوم ۔ صغرا بیگم حیدرآباد دکن
انعام سوم ۔ حامد حسین صاحب مدراس

۱ ۔ ح ۔ معرفت رسالہ ہونہار دہلی

پانچ شہزادے

پانچ بھائی جوکہ شہزادے تھے جنگلوں میں گھوم رہے تھے وہ ایک ہندوستانی راجہ کے بیٹے تھے۔ اُس راجہ کی دو بیویاں تھیں جن کا نام کنتی اور مادری تھا۔ یہ نوجوان شہزادے انھیں دونوں رانیوں کے بیٹے تھے۔ یعنی مادری کے دو بیٹے تھے جو کنتی کے تین بیٹوں کے سوتیلے بھائی تھے بدقسمتی نے انھیں وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ تیرہ سال تک وہ اپنے ملک کو نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ تیرہ سال کے لئے انھیں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ انھیں اپنے دشمنوں سے پوشیدہ رہنا نہایت ضروری تھا

پس وہ خوفناک جنگلوں میں چلے گئے جہاں کوئی انسان نہیں رہتا تھا۔ وہاں وہ چھپ گئے۔ بلند درختوں کی بڑی بڑی شاخیں اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے سیاہ سایہ ہو رہا تھا۔ پتلی ٹانگوں والے ہرن اِدھر اُدھر گھاٹیوں میں بھاگتے پھرتے تھے۔ ریچھ جھاڑیوں میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ کبھی نمودار ہو جاتے اور کبھی جھاڑیوں میں غائب ہو جاتے۔ سانپ اپنے بلوں سے سر نکال کر باہر جھانکتے تھے۔ شہد کی مکھیاں بھنبھناتی تھیں اور عجیب و غریب طرح کے پرندے ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑ اڑ کر جاتے تھے۔

پانچوں شہزادوں (مادری کے دو بیٹوں اور کنتی کے تین بیٹوں) کو سخت پیاس لگی لیکن انھیں میٹھے پانی کی کہیں جھلک بھی نظر نہ آئی۔

تب یدھشٹر نے جو کہ شہزادوں میں سب سے بڑا بلکہ بادشاہ تھا اپنے سوتیلے بھائی نکل سے کہا "اے مادری کے بیٹے نکل!

ہندوستان کا سرحدی علاقہ

خچر گاڑیاں ہندوستان کے دشوار گزار راستوں سے سامان لیجا رہی ہیں ۔
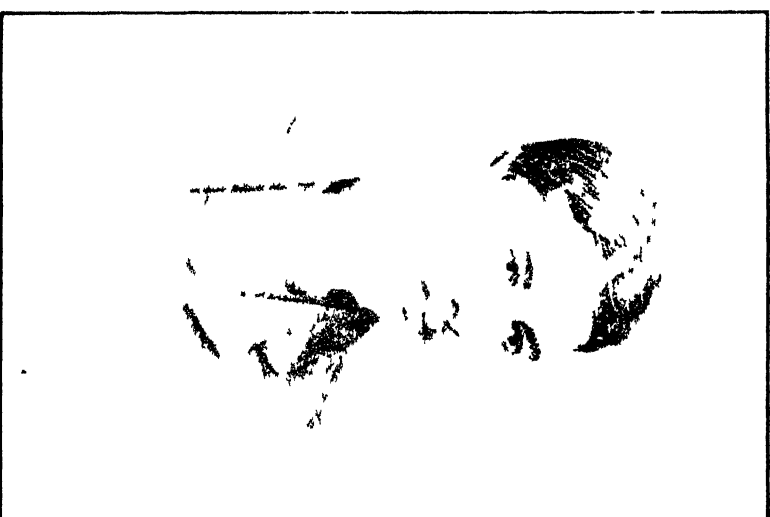
سامنے والے درخت پر چڑھ کر چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ اور دیکھو شاید کہیں قریب پانی نظر آجائے۔ اور غور سے دیکھو اگر اِس جنگل میں کسی نرم اور نم دار زمین میں کہیں پودے اُگے ہوں کیونکہ یہ بھی پانی کی نشانی ہے"

تب لِکل جو سہدیو کا جُڑواں بھائی تھا درخت پر چڑھا اور جیسا کہ اُسے حکم ملا تھا اس نے ہر طرف دیکھنا شروع کیا اور ایک دم چلّا کر کہا "ہاں ہاں مجھے بہت سی پتیاں اور پودے گیلی زمین میں اُگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور سُنو! سارسوں کی کرخت آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔

بادشاہ نے کہا "نکل! جلد درخت سے نیچے اُترو۔ اپنا ترکش سنبھالو اور تالاب یا چشمے سے جہاں سارس ہیں اپنے بھائیوں کے لئے میٹھا پانی لاؤ"

نکل نہایت تیزی سے نیچے اُترا اور اپنے ہاتھ میں ترکش لے اُس طرف دوڑا ہوا پہونچا جہاں اُسے سرسبز پودے نظر آئے تھے یہاں ایک صاف شفاف پانی کا تالاب تھا جس کے کنارے اس نے بہت سے سارس دیکھے۔ اُن کی دُموں میں پر تھے۔ اُن کی ٹانگیں اور گردنیں بہت لمبی لمبی تھیں۔ اُن کی آنکھیں نہایت شوخ۔ تیز اور دوربین تھیں اور ہر ایک کے سر پر ایک سرخ کلغی تھی۔ سارس کیڑے مکوڑوں۔ چھوٹے چھوٹے سانپوں اور مینڈکوں اور مچھلیوں پر جھپٹتے تھے اور کبھی کبھی تالاب سے گھاس کو چونچوں سے توڑتے تھے۔

لیکن شہزادے نے ان سارسوں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ پیاس کی شدت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل نیچے جھکا اپنا سر تالاب کے کنارے لے گیا۔ یہاں تک کہ اُس کے خشک ہونٹ پانی سے چھونے لگے۔

"ٹھہرو" ایک آواز آئی "اے نوجوان ٹھہر۔ جب تک کہ اِس تالاب کے قانون کے مطابق عمل نہ کرے۔ پانی مت پینا۔ جب تک کہ اُن تمام سوالات کا جواب جو میں

دریافت کرتا ہوں کوئی شخص نہ دے سکے اس تالاب سے پانی نہیں پی سکتا۔ پہلے جواب دو۔ پھر پانی پیو اور ترکش بھر کرلے جاؤ"۔

نکل نے اس آواز کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پانی پی لیا اور ایک لمحہ کے بعد اُس کا مردہ جسم اُن سرکنڈوں کے درمیان گر پڑا جو تالاب کے کنارے اُگے ہوئے تھے۔

سارس تالاب میں پھر رہے تھے۔ جنگلی شہد کی مکھیاں درختوں میں بھنبھنا رہی تھیں ہرن جنگل میں کُلیلیں کر رہے تھے۔ مردہ شاہزادہ ہاتھ میں ترکش لئے تالاب کے کنارے پڑا تھا اور اس کے چاروں بھائی اپنے مقام اس کے منتظر تھے

باقی آئندہ (محمد لیسین بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر پنجابی اسکول)

شبنم اور پتھر

لوگ کہتے ہیں کہ شبنم گرتی ہے مگر جاننا چاہیئے کہ شبنم اوپر سے نہیں گرتی بلکہ نیچے سے اُٹھتی ہے کیوں کہ جاڑوں میں زمین کے بخارات رات کے وقت سردی سے آسمان کی طرف زیادہ نہیں چڑھ سکتے۔ زمین کے نزدیک ہی دو چار ہاتھ کی بلندی پر جم کر پانی کی بوند ہو جاتے ہیں اُسی کو لوگ شبنم یا اوس کہتے ہیں چنانچہ اگر کسی درخت کی چار پانچ ہاتھ اونچی ٹہنی میں کوئی رکابی یا کسی اور چیز کو باندھ کر شام کے وقت لٹکا دیا جائے تو صبح کو اس کے نیچے شبنم کے قطرے لٹکتے ہوئے دکھائی دیں گے اور اوپر کا حصہ خشک رہے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پتھر بھی بڑھتا ہے لیکن یہ اُن کی غلطی ہے پتھر کبھی نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ نے اُگنے بڑھنے کی طاقت صرف نباتات اور حیوانات ہی کو دی ہے۔ اگر پتھر اور پہاڑ بھی بڑھتا ہوتا تو یقین تھا کہ کسی زمانے میں دنیا پتھر اور پہاڑوں سے بھر جاتی۔

(منشی عبدالرحیم از مدراس)

طلبہ کے مضامین

ہوشیار کوچوان

جب سیٹھ دھنپت رائے کا کوچوان ہریا مرگیا تو سیٹھ صاحب کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ بگھی چلانے کے لئے کوئی اور نوکر گھر میں موجود نہ تھا۔ موٹر کو وہ خود دفتر لے جاتے تھے اور سیٹھ صاحب کے بچے جو کہ مٹاپے کی وجہ سے آدھ میل بھی نہ چل سکتے تھے بغیر بگھی کے تین میل دور پیدل کس طرح جا سکتے تھے؟ ہاں سیٹھ صاحب کا بڑا لڑکا گنوں یہ تو بڑے حوصلے سے کہہ دیتا کہ میں بگھی چلا سکتا ہوں۔ مگر جب گھوڑا چلانے کا وقت آتا تو جان نکل جاتی۔ اور کہتا کہ "گھوڑا لات مار دے گا" اور کبھی اس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا آخر مجبور ہو کر سیٹھ صاحب کو جلدی ہی ایک کوچوان ڈھونڈھنے کی ضرورت پڑ گئی۔ بگھی اور گھوڑا دونوں نہایت بڑھیا اور قیمتی تھے اس لئے اُن کی دیکھ بھال کے لئے بھی ایک قابل کوچوان کی ضرورت تھی۔ ہریا جیسا ہوشیار کوچواں ڈھونڈھنے کا ایک نہایت بڑھیا طریقہ اُن کے ذہن میں آگیا اور انھوں نے دفتر کے منشی سے کہہ کر اخبار میں ایک اشتہار نکلوا دیا۔

دوسرے دن سیٹھ صاحب کے دفتر کے سامنے کئی آدمی بیٹھے نظر آئے۔ وہ صاف کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سر پر پگڑی ٹھیک طرح بندھی ہوئی تھی۔ پیروں میں اچھی طرح پالش کیا ہوا چمکدار بوٹ تھا۔ یہ سب لوگ سیٹھ صاحب کے یہاں کوچوانی کی نوکری ڈھونڈھنے آئے تھے۔ ان کے دل دھڑک رہے تھے کہ دیکھیں کس خوش نصیب کو

ان دنوں جب کہ نوکری کا کال پڑا ہوا ہے تیس روپے کی نوکری ملتی ہے۔ وہ نہایت بے قراری کے ساتھ سیٹھ صاحب کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

آخر کار سیٹھ صاحب دفتر میں آ گئے اور ایک ایک کر کے سب امیدواروں کو دیکھنے لگے۔ پہلا امیدوار کمرے میں داخل ہوا اور ادب سے سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ سیٹھ صاحب نے نہ تو کسی پہلی نوکری کی بابت پوچھا اور نہ کوئی سفارشی رقعہ مانگا بلکہ یہ سوال کیا۔

"تم کسی نالے کے قریب جس پر کوئی جنگلا نہ لگا ہو کتنی نزدیک سے گاڑی نکال سکتے ہو؟"

"جناب ایک گز" امیدوار نے جواب دیا۔

سیٹھ صاحب نے کہا "اچھا جاؤ تم میرا کام نہیں چلا سکتے"

دوسرا امیدوار اندر آیا سیٹھ صاحب نے پھر وہی سوال دہرایا۔ امیدوار نے جواب دیا "جناب میں نالے کے ایک فٹ نزدیک سے گاڑی لے جا سکتا ہوں" مگر سیٹھ صاحب کو کچھ تسلی نہ ہوئی اور اس کو بھی رخصت کر دیا۔

تیسرا امیدوار بڑا چالاک تھا۔ اس نے سیٹھ صاحب کا سوال اور امیدواروں کے جواب سن لئے تھے۔ اس لئے وہ بہت خوش ہوا اور خیال کیا کہ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اُس نے سیٹھ صاحب کے سوال پوچھنے پر جواب دیا کہ "جناب میں نالے کے ایک انچ قریب سے بڑی صفائی کے ساتھ گاڑی لے جا سکتا ہوں" یہ سنتے ہی سیٹھ صاحب نے منہ پھیر لیا اور اس کی بھی دال نہ گلی۔

اور بہت سے امیدواروں نے سیٹھ جی کے سوال کے مختلف جواب دئے مگر سیٹھ صاحب کو کسی کے جواب سے تسلی نہ ہوئی۔

آخر ایک نوجوان آدمی کمرے میں داخل ہوا اور سیٹھ صاحب کے دریافت کرنے پر بولا "حضور میں گاڑی کو نالے کے بالکل نزدیک نہ لے جاؤں گا بلکہ جتنا ممکن ہو سکے گا دور رکھوں گا کیونکہ گاڑی کو نالے کے نزدیک لے جانے سے خطرہ رہتا ہے۔

یہ جواب سن کر سیٹھ صاحب مسکرائے اور ٹن ٹن ٹن گھنٹی بجائی۔ ایک چپراسی کمرہ میں داخل ہوا سیٹھ صاحب نے کہا جاؤ اس کو گھر لے جاؤ اس کو میں نے نوکر رکھ لیا ہے

بسم چندرتن ملازم دکن

علم

علم ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی نعمت اور کوئی دولت نہیں کرسکتی۔ چور اس کو چرا نہیں سکتا۔ کوئی غارت گر لوٹ نہیں سکتا۔ جو شخص اس نعمت سے محروم ہے وہ پرلے درجے کا بدنصیب ہے۔ علم سے انسان انسان ہے ورنہ حیوان کا حیوان۔ انسان کا سارا فخر۔ سارا ناز اور ساری شرافت علم ہی سے ہے ورنہ اس میں اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ علم ہی سے آدمی حیوان سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بن جاتا ہے۔ علم ہی سے انسان اپنے حقیقی آقا اور مالک کو پہچانتا ہے اس کے حقوق کو جانتا ہے علم ہی سے نیکی بدی کی پوری پوری تمیز ہوتی ہے۔ علم ہی سے عقل کی صفائی اور ذہن کی ترقی ہوتی ہے۔ مال و دولت۔ عزت و حرمت ناموری اور شہرت سب علم ہی کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔ علم غریبوں کو دولت مند بناتا ہے امیروں کی شان بڑھاتا ہے۔ علم سے انسان عقل و شعور میں بہت کچھ ترقی کرتا ہے۔ اہل یورپ کا ہر ایک علم و ہنر میں طاق اور شہرہ آفاق ہونا علم ہی کے طفیل سے ہے۔ ہر ایک پیشہ ور علم سے اپنے اپنے پیشہ کو ترقی دے سکتا ہے اور اپنے کام کو رونق بخش سکتا ہے۔ ریل تار برقی ٹیلیفون۔ قسم قسم کی کلیں سب علم ہی کے کرشمے ہیں۔ افلاطون۔ ارسطو لقمان اور بیکن وغیرہ سب علم ہی سے زندہ ہیں۔ علم ہی کے سبب سب دنیا کے بادشاہوں بہادروں اور نامیوں کے نام زندہ ہیں۔ علم ہی کی مدد سے حضرت انسان نے آگ

پانی ہوا پر حکومت کی۔ ہر طرح ان کو مسخر کیا قسم قسم کی کلیں بنائیں سمندروں کی تہ کا پانی جنگل اور صحرا ناپ ڈالے۔ دریاؤں کے رخ بدل دیے اور پہاڑوں کو کھود ڈالا۔ ان کی بلندی دریافت کی نباتات کی ماہیت اور کیفیت معلوم کی۔ زمین کا جگر چاک کر کے وہ قیمتی اور کارآمد معدنیات نکالیں جن کے فائدوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ بے جان چیزوں سے وہ کام لئے کہ جانداروں سے ممکن نہ تھے۔ نباتات۔ حیوانات اور جمادات کی خاصیتیں معلوم کیں۔ زمین سے آسمان تک کا حال بتایا۔ اور وہ کچھ کر کے دکھایا جو نبیوں کے معجزات سے کم نہیں۔ لیکن علم صرف کسی کام کا نہیں جب تک کہ اس میں عمل نہ ہو۔ جو بات پڑھو جو نصیحت سیکھو اس پر عمل بھی کرو۔ پھر دیکھو تمہارا نام کس طرح شہرت کے آسمان پر سورج بن کر چمکتا ہے۔ جتنے لوگوں نے شہرت حاصل کی ہے۔ جتنے لوگ نامور گذرے ہیں۔ سب علم و عمل کی بدولت اگر صرف کتابیں پڑھتے اور عملی طور پر کام میں نہ لاتے تو ان کا سیکھا کسی کام کا نہ تھا۔ پس ہر ایک شخص کو علم پڑھنے کے ساتھ اس عمل کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔

اس لئے اے میرے دوستو علم سیکھو تاکہ تمہارے کام آئے۔ اور علم سیکھ کر اسکو بڑھانے کی کوشش کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں نے علم سیکھا ہے۔ وہ آجکل کس مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور کس قدر تنخواہیں پاتے ہیں۔ اور دنیا میں کتنے مشہور ہیں۔

(ملک غلام حیدر۔ از سیالکوٹ)

گرمی و سردی

ایک دن میں اپنی میز پر بیٹھا ہوا ایک رسالے کے لئے مضمون لکھ رہا تھا کہ مجھے یہ الفاظ سنائی دئے " اچھا آپ ہی فیصلہ کر دیجئے کہ گرمی اچھی یا سردی۔ آپ کا فیصلہ قطعی ہوگا میں نے گردن اٹھا کر باآواز بلند کہا " یہ کس

کی آواز ہے۔ میرے تمام خیالات منتشر ہو گئے "۔
"میں سردی ہوں۔ ذرا آہستہ سے بولئے
کوئی اور دوسرا نہ سننے پائے "؟
میں "میں"۔ اور فیصلہ کیا؟
سردی۔ آپ تھوڑی تکلیف فرماکر ہم دونوں
کے بیانات سن لیجئے۔ اور پھر فیصلہ کیجئے گا کہ گرمی
اچھی ہے یا سردی؟
میں۔ کیا گرمی بھی یہاں موجود ہے؟
سردی۔ جی ہاں! میرے پاس کھڑی ہے۔
میں۔ اچھا آپ لوگوں کو جو کچھ کہنا ہے۔ کہیے
سردی۔ واللہ! گرمی بھی کس قدر خراب موسم
ہے۔ لوگ پناہ مانگتے ہیں، جہاں یہ کمبخت
آئی اور لوگ مجھے ڈھونڈنے کے لئے پہاڑوں
پر چل دیے گرمی نے تمام دنیا کو سیاہ فام کر دیا۔ اگر یہ
منحوس نہ ہوتی تو ساری دنیا کے لوگ گورے ہوتے
یہ آئی بس لوگ اس کی وجہ سے کام چھوڑ کر
بیٹھ گئے ہیں تو وجہ ہے کہ اسکولوں میں دو دو
مہینے کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ غرض اس کے
آنے سے ایک کہرام سا مچ جاتا ہے۔ لوگ اس سے
بیزار ہو کر مجھے یاد کرتے ہیں۔ جب میں آتی ہوں
تو اس کمبخت کو تین چار مہینے تک پاس نہیں
پھٹکنے دیتی۔ لوگ مجھے چاہتے ہیں اور اس منحوس
سے بیزار رہتے ہیں۔
گرمی۔ دیکھئے صاحب! تعریفیں تو بیان کر دیں
لیکن برائی ایک بھی بیان نہ کی اب میری بھی
کہانی سنئے۔ جہاں میں آئی لوگ پہاڑوں پر
چل دیئے۔ درست بالکل درست۔ لیکن صرف
وہی لوگ جو امیر ہیں۔ غریب تو اسے
گالیاں دیتے ہیں۔ رہا گورے چٹے کا سوال
تو اِس سگے گوروں سے تو میرے کالے ہی
اچھے ہیں۔ نہ بیچارے حاسد نہ مغرور۔ اور کیا
اس کے آنے سے مدرسوں میں چھٹیاں نہیں
ہوتیں۔ پندرہ دن کی بڑے دن کی چھٹیاں
ہوتی ہیں۔۔۔۔۔۔ ابھی گرمی صرف اتنا ہی کہنے
پائی تھی کہ میں نے اسے روک دیا۔
میں۔ دیکھو نہ زیادہ گرمی اچھی اور نہ زیادہ
سردی اچھی۔ اور جو سچ پوچھو تو تم دونوں کے
بن مجھے کوئی بھی مرغوب نہیں۔ تم دونوں

بچوں کو ملی کر رہنا چاہیئے - نا اتفاقی بُری چیز ہے
یہ کہہ کر ہیں سنے گرمی اور سردی کو گلے ملوا دیا

(محمد اشرف علی صدیقی - ساکن - بدایوں)

میں پڑھنے کے بعد کیا کروں گا؟

جس قدر آج کل یہ مسئلہ پیچیدہ ہے کہ میں
پڑھنے کے بعد کیا کروں گا؟ اسی قدر آسان بھی
ہے - آج جب ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہے کہ ہمارے اندر تعلیم کی کس قدر
کمی ہے - جو لوگ تعلیم حاصل کر رہے
ہیں ان میں ۹۰ فیصدی آپ کو ایسے ملیں گے
جو صرف ملازمت کے خواہاں ہیں خواہ وہ دس
ہی روپے کی کیوں نہ ہو - اور یہ نہایت قابل
افسوس بات ہے میرے خیال میں افلاس
کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ پڑھنے کے بعد
پہلے تو برسوں ہم لوگ صاحب بہادروں کی
کوٹھیوں اور کچہریوں کی خاک چھانتے ہیں -
خوشامد کرتے ہیں - اور سینکڑوں روپے
اس طرح برباد کر دیتے ہیں - اس کے بعد بھی
جب کامیابی نہیں ہوتی تو اپنے گھروں میں
جا کر بیٹھ جاتے ہیں - اور باپ دادا کی جائداد کا
خون تک چوس لیتے ہیں اس کے بعد نوبت
مخبری کی آتی ہے - اس کو ہم زیادہ بہتر سمجھتے
ہیں بہ نسبت اس کے کہ تجارت - زراعت اور
صنعت و حرفت کے کام کر کے اپنی قوم کو مفلسی
سے بچائیں - اگر آپ - امریکہ - جرمنی - انگلستان
اور فرانس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا
کہ ان آزاد ملکوں کے باشندے تعلیم کے بعد کیا
کرتے ہیں؟ ہر وہ پیشہ ان کے یہاں قابل
عزت ہے جس میں کسی کی غلامی نہ ہو یہاں تک
کہ ان کے یہاں موچی ایک غلام مالدار کے مقابلہ
میں زیادہ عزت والا سمجھا جاتا ہے - میرے پیارے
بھائیو آپ خود ہی غور کیجئے کہ ایک آزاد اور غلام
قوم میں کس قدر فرق ہوتا ہے - آپ یقین جانیے
کہ میں ان لوگوں کو نہایت ہی حقارت کی نگاہ
سے دیکھتا ہوں جو ملازمت کے خیال سے
پڑھتے ہیں - آخر وقت میں اپنے ان خیالات کا

اظہار کر رہا ہوں جو آج سے نہیں بہت زمانہ پہلے میرے دل میں جم چکے ہیں۔ بچپن سے میرے والدین نے مجھے ایسے سنائے ہیں جن سے میرے دل میں قوم کا درد پیدا ہو گیا ہے وہ قصے کیا تھے اپنی قوم کی بربادی کے۔ افسانے۔ تنزلی کے اسباب سلطنت مغلیہ کے تباہ ہونے کی وجہ۔ ہمارے نبی اور کے دوستوں کی زندگیوں کے سچے حالات یہہ تھی وہ تعلیم جس نے بچپن ہی سے دل میں قومی درد پیدا کر دیا گو جناب والدہ محترمہ بہت جلد دنیا سے سدھار گئیں لیکن ایک نہ مٹنے والی مثال چھوڑ گئیں۔ کاش تمام والدین اپنی اولاد کو ایسی ہی تعلیم دیا کریں تو کتنا اچھا ہو۔

بچپن کے قصوں کا آج میرے دل پر وہ اثر ہے کہ جب اپنی قوم کے کسی شخص کو ڈوبے ہوئے دیکھتا ہوں تو خون کے آنسو روتا ہوں۔ اور ہندوستان کی ترقی کے لئے دعائیں مانگا کرتا ہوں۔ بس میں نے سوچ لیا ہے کہ پڑھنے لکھنے کے بعد میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرونگا

میر حسین گیاوی

شیطان کا دوست

شہر دہلی میں ایک رئیس رہا کرتا تھا وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ اس لئے عالموں نے اس کو بہت برا بھلا کہا۔ کہ اللہ کے غضب سے ڈر اور مال کی زکوٰۃ دیا کر اور خدا کی عبادت بھی کیا کر تب وہ اللہ کے غضب سے ڈرا اور عبادت الٰہی کرنے اور مال میں سے خیرات کرنے لگا۔ ایک دن وہ حسب معمول چاء پی رہا تھا۔ چائے بہت گرم تھی جب وہ چاء پینے لگا تو اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس نے یہ خیال کیا کہ میں نے بسم اللہ پڑھلی ہے وہ چائے پینے میں مشغول تھا۔ یکایک پیالی اس کے ہاتھ سے گر گئی اور تمام بدن جھلس گیا۔ اور چھالے پڑ گئے۔ اسوقت وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگا۔ اس نے اپنی زبان سے یہ الفاظ کہے کہ اب میں اللہ کے نام کی زکوٰۃ نہیں دونگا بلکہ شیطان کے نام کی زکوٰۃ دونگا۔ اللہ کے نام کی عبادت۔ نہیں کروں گا بلکہ شیطان کے نام کی عبادت

کروں گا۔ اگر کوئی شخص شیطان کے نام سے میرے بدن کے کپڑے بھی مانگے تو اس کو کپڑے بھی اتار کر دے دوں گا اور اگر اللہ کے نام کی ایک پائی بھی مانگے گا تو اس کو نہیں دوں گا۔ تب وہ رئیس شیطان کے نام کی عبادت کرنے لگا۔

وہ رئیس ایک سال تک شیطان کی عبادت کرتا رہا۔ شیطان اس سے بہت خوش ہوا اور ایک دن انسان کی صورت میں بہت بڑھیا اور خوب صورت لباس پہنے اس رئیس کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کا دوست شیطان ہوں۔ آپ کی عبادت سے میں بہت خوش ہوا۔ اب آپ کو کچھ دینے آیا ہوں۔ رئیس نے خیال کیا کہ خیالی خدا سے تو یہی بہتر ہے کہ میری مدد کرنے آیا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میری آج بادشاہ کے یہاں دعوت ہے تم بھی میرے ہمراہ چلو لیکن اس کا خیال رہے کہ جو کچھ میں کروں اس میں دخل نہ دینا اور جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرنا۔ رئیس اس بات پر راضی ہو گیا اور دونوں بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔

راستہ میں شیطان نے اپنے سر پر سے صافہ اتارا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے نصف اپنے سر پر لپیٹ لیا اور نصف رئیس کے سر پر لپیٹ دیا اور کہا کہ اس صافہ میں یہ خاصیت ہے کہ اب کوئی شخص مجھے اور آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔

دونوں چپکے سے بادشاہ کے دسترخوان پر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے۔ بادشاہ نے پانی مانگا تو غلام نے الٹے ہاتھ سے پانی دیا۔ بادشاہ نے بھی الٹے ہاتھ سے پانی لے کر پیا تو شیطان نے اس میں تھوک دیا۔ بادشاہ نے پھر پانی مانگا اب کی دفعہ شیطان نے اس میں غلاظت ملا دی۔ جوں ہی بادشاہ نے پانی پینے کا ارادہ کیا رئیس سے یہ دیکھا نہ گیا اور اس نے ہاتھ مار کر بادشاہ کے ہاتھ سے پانی گرا دیا۔ اس پر شیطان کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا۔ جو کچھ میں نے کیا آپ نے اس کے برخلاف کیا لہٰذا اب میری اور آپ کی دوستی نہیں ہو سکتی۔ یہ کہکر صافہ اتار لیا اور وہ جا رئیس صاحب ظاہر ہو گئے اور بادشاہ نے انکو قتل کرا دیا

(سلطان احمد ناظم انجمن تہذیب الاخلاق دہلی)

دلچسپ معلومات

دنیا کے مشہور شہروں کی آبادی

شہر	آبادی	شہر	آبادی	شہر	آبادی
آبادی لندن	۷۲۵۱،۲۵۸	آبادی نیویارک	۷۲۰۰۰۰۰	آبادی پیرس	۲۹۰۰۰۰۰
" ٹوکیو	۲۸۶۰۰۰۰	" برلن	۲۵۰۰۰۰۰	" شکاگو	۲۱۸۸۱
" وائنا	۲۰۳۱۰۰۰	" لینن گراڈ	۴۰۰۰۰۰۰	" کنٹن چین	۲۰۰۰۰۰۰
" فیلاڈلفیا (امریکہ)	۱۵۵۰۰۰	" قسطنطنیہ	۱۲۵۰۰۰۰	" وساکا جاپان	۲۵۰۰۰۰۰
" منیلا (فلپائن)	۱۲۵۰۰۰۰	" واشنگٹن	۱۱۴۳۰۰۰	" پیکن	۱۰۰۰۰۰۰
" ہیمبرگ (جرمنی)	۱۰۵۰۰۰۰	" ماسکو	۱۰۰۰۰۰۰	" بوڈاپسٹ	۸۸۰۰۰۰
" روما	۵۲۰۰۰۰	" دمشق	۳۶۰۰۰۰	" سمرنا	۲۵۰۰۰۰
" اسکندریہ	۳۴۰۰۰۰	" سنگاپور	۳۰۳۳۲	" طہران	۲۹۰۰۰۰
" بغداد	۱۳۵۰۰۰	" کابل	۱۴۰۰۰۰	" باکو	۱۲۰۰۰۰
" کلکتہ	۱۲۲۲۲۳۱	" بمبئی	۱۰۰۰۰۰۰	" مدراس	۵۱۸۰۰۰
" دہلی	۳۹۱۰۰۰	" لکھنؤ	۲۷۴۰۰۰	" رنگون	۲۵۰۰۰۰
" لاہور	۲۳۰۰۰۰	" احمد آباد	۱۴۵۰۰۰	" بنارس	۲۰۹۸۹۵
" کانپور	۲۰۰۰۰۰	" آگرہ	۱۸۲۴۴۹	" الہ آباد	۵۵۴۸
" کراچی	۱۲۰۰۰۰	" دھولپور	۶۱۰۰۰	" گوالیار	۱۰۵۰۰۰
" جے پور	۱۵۰۰۰۰	" اندور	۱۰۰۰۰۰	" پٹنہ	۱۳۵۰۰۰
" ترچناپلی	۱۲۲۱۸۰	" بڑودہ	۱۰۰۰۰۰	" بریلی	۱۳۷۴۳۳

ایک عجیب و غریب شیشہ

لندن کی ایک مقامی فرم نے ایک نرالی قسم کا شیشہ تیار کیا ہے جو اس قدر مضبوط اور لچکدار ہے کہ سخت سے سخت امتحانات میں بھی وہ نہیں ٹوٹتا۔ ۲۵ فٹ کے فاصلہ سے ریوالور کی گولی نے اس پر کچھ اثر نہیں کیا اور دس فٹ کے فاصلہ سے ایک انچ کا بتیسویں حصہ میں سوراخ پڑ گیا۔ آگ میں ڈالنے پر بھی نہیں ٹوٹتا بجلی کی تیز کرنٹ نے بھی اس پر کوئی اثر نہیں کیا اور ان سب خوبیوں کے باوجود اس کو پگھلا کر ہر چیز اس کی بنائی جاسکتی ہے۔

(تعلیم و تربیت)

ہنسی کی باتیں

ایک جاہل سفر کر کے آیا۔ گرمی کا موسم تھا وہ پسینے میں تر ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے کپڑے اتار کر دھوپ میں ڈال دئے۔ تاکہ خشک ہو جائیں۔ چونکہ اُس کا جسم بھی پسینے میں تر ہو رہا تھا اس لئے وہ خود بھی دھوپ میں بیٹھ گیا۔ اس کے ایک ساتھی نے جو سفر سے آرہا تھا دریافت کیا "بھائی ایسی سخت گرمی میں دھوپ میں کیوں بیٹھے ہو" جاہل نے جواب دیا یار پسینہ سکھانے کے لئے۔ آؤ تم بھی آجاؤ۔

محمد یوسف از گڑگاؤں

ایک وکیل صاحب شام کو کچہری سے لوٹ کر گھر آرہے تھے۔ اتفاق سے ان کا قلم بستہ سے گر گیا۔ ایک صاحب جو راستہ میں چلے جا رہے تھے انھوں نے اس قلم کو اٹھا کر آواز دی۔ اے حضرت ادہر دیکھئے آپ کی چھُری گر گئی ہے۔ وکیل صاحب پریشان ہو کر کہنے لگے واہ صاحب آپ بھی عجیب آدمی ہیں قلم کو چھُری بتاتے ہیں۔ اس پر دوسرے صاحب بولے جائیے صاحب باتیں نہ بنائیے اس سے آپ نے نہ معلوم کتنوں کے گلے کاٹے ہوں گے۔

(دلشاد عبد اللطیف دادا بھائی مدرسہ ...)

ٹکٹ چیکر۔ آپ کا ٹکٹ تو لاہور کا ہے اور یہ ٹرین کلکتہ جا رہی ہے۔

مسافر۔ اچھا آپ کی عنایت کا شکریہ۔ ذرا مہربانی کر کے گارڈ سے کہدیجئے کہ مجھے لاہور جانا ہے

ایک آدمی (دوسرے سے) میں جب کہیں باہر جانے کو ہوتا ہوں تو بیمار ہو جاتا ہوں۔

دوسرا۔ تو آپ ارادہ کرتے ہی اسی دن علی الصبح کیوں نہیں چلے جاتے؟

مریض۔ کیوں ڈاکٹر صاحب کیا آپ واقعی تجربہ کار ڈاکٹر ہیں؟

ڈاکٹر۔ (بگڑ کر) تو کیا یہ قبرستان آپ نے بسایا ہے"؟

شان الحق حقی دہلوی

ہندوستان کے مقبول و محبوب مصور مجلہ ادیب کا سالگرہ نمبر اپنے علم افروز و عدیم النظیر باطنی محاسن اور فردوس نظر و فقید المثال ظاہری رعنائیوں کے زیور سے پیکر حسن بنکر یکم دسمبر ۱۹۳۰ء کو بزم ادب میں جلوہ افروز ہوگا۔ یہ نمبر تقریباً آٹھ رنگین و چالیس یکرنگی تصاویر سے مزین ہوگا۔

ہمارا دعوے ہے۔ کہ آج تک ایسا لاجواب نمبر آپکی نظروں سے نہ گذرا ہوگا۔

قلمی معاونین کی مختصر فہرست

مولانا عبدالمجید سالک۔ علامہ عزیز لکھنوی۔ ریاض خیرآبادی۔ جوش ملیح آبادی۔ حفیظ جالندھری۔ غلام احمد مُحُل۔ مرزا فرحت اللہ بیگ۔ رشید صدیقی۔ ملا رموزی۔ شوکت تھانوی۔ نشتر۔ دیوانہ بریلوی۔ ایم اسلم۔ چغتائی۔ غلام عباس ایڈیٹر پھول۔ راز چاندپوری۔ بسمل کاکوری۔ میر ولی اللہ۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت۔ اثر صہبائی۔ اظہر امرتسری۔ علم الدین سالک۔ راز رامپوری۔ ظفر قریشی۔ انیس الدین احمد رضوی۔ اعظم کریوی۔ امین سلونوی۔ نسیم انہولوی۔ رسا جالندی۔ تپش ایم اے۔ سید امتیاز علی تاج۔

قیمت سالگرہ نمبر ایک روپیہ۔ چندہ سالانہ ۱۲/ سالگرہ نمبر سالانہ خریداروں کو بھی قیمتاً دیا جاویگا۔ یعنی ۱۲/ بارہ آنے میں۔ مینجر رسالہ ادیب پشاور۔

(ایم۔ ایم۔ منیر آرٹسٹ پشاور)

بچوں کا کتب خانہ

آٹھ سال سے کم عمر بچوں کے لئے (پانچ باتصویر کتابیں)

ننھی کتاب ۱۰/ منی کتاب ۱۰/ پیاری کتاب ۱۰/
دلاری کتاب ۱۰/ ہماری کتاب ۱۰/

آٹھ سال سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے

۲۵ باتصویر کتابیں۔ قیمت فی کتاب ۳/

بچوں کا انصاف	خزانہ کا مالک	سچا وعدہ
دو بہنیں	امیر اور بانس والا	عقلمند انگشتانہ
روس کا شہنشاہ	سفید کبوتر	لال بی بی
بہن کی محبت	گل بانو	مینڈک شہزادہ
عجیب ہنس	احسان کا بدلہ	چپ شہزادی
کبڑا بونا	نیاض بیگم	بدمزاج شہزادی
پتھر کا شہر	مغرور شہزادی	نیکی کا پھل
بدلے کا بدلہ	بلوری جوتا	نقلی شہزادہ

گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کیلئے

پچیس باتصویر کتابیں قیمت مجموعی صہ تفصیل حسب ذیل ہے
ستارہ کی گڑیا ۱۰/ شہزادہ عزیزہ پہاڑی مائی کہانی ۴/ ستارہ کی گڑیا ۱۰/
شہزادہ عزیزہ ۳/ چاوڑی کا قصہ ۳/ چالاک چور ۳/ سنہری پری ۳/
چالاک بلی ۳/ صابر شہزادی ۴/ بغراط اور جالینوس ۴/ مست ہاتھی ۵/
فتنہ کی کہانی ۳/ جوروو والا راجہ ۳/ لوہے کو ادھا ۲/ اپاہج فقیر ۳/
چالاک بھانجہ ۳/ سعد و سعید ۳/ دو بھائی ۲/ شہزادہ جمشید ۳/
جادو کا برج ۳/ جھوٹ موٹ کا بھوت ۳/ عجیب عینک ۳/

بچوں کی بیس کتابیں

بیس کتابوں کا یہ سٹ بچوں کی دینی اور اخلاقی تعلیم دینے کے لئے مفتی شوکت علی فہمی نے تیار کیا ہے اور بہت مقبول ہو رہا ہے

قرآن کے سبق ۶/ قرآن کی کہانی ۴/ بچوں کی حدیثیں ۶/
اولیا اللہ کی کہانیاں ۴/ بچوں کی تعلیم و تربیت ۴/ بچوں کے اخلاقی سبق ۶/
بچوں کی گلستان ۶/ بچوں کی بوستان ۴/ پیغمبروں کی کہانیاں ۶/
بچوں کا مکتب ۶/ بچوں کی معلومات ۴/ بچوں کی خطوط نویسی ۶/
بچوں کے تاریخی قصے ۴/ بچوں کی اخلاقی کہانیاں ۶/
بچوں کی نئی نئی کہانیاں ۴/ بچوں کی علمی کہانیاں ۶/
بچوں کی دلچسپ کہانیاں ۶/ بچوں کی اصلاحی نظمیں ۶/
پریوں کی کہانیاں ۶/ بچوں کی تندرستی ۶/

مزے دار اور دلچسپ کتابیں

نواب شیر خان اور ان کی بلی ۴/ چن چن ۴/
احمد نجومی ۴/ شہزادہ گدڑیا ۴/ جنگلی شہزادہ ۶/
میاں کوشش ۵/ غٹرغوں ۵/ چندا ماموں ۵/
گکڑوں کوں ۶/ ہائے میری ناک ۶/ میاؤں میاؤں ۸/

بچوں کے لئے تفریحی مطالعہ کی کتابیں

کن کٹا قاضی ۸/ کھیل بتیس ۶/ پھول مالا ۱۲/
گڑیا کا گھر حصہ اول ۱۲/ بحری جنوبی کا سفر ۸/ گڑیا کا گھر حصہ دوم ۱۲/
جادوگر ۸/ بیگن سنڈی ۹/ یار غار ۹/
اندھا اور رہبر ۸/ عمر عیار حصہ اول عہ/ عمر عیار حصہ دوم عہ/

ملنے کا پتہ: نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

REGISTERED NO. L. 2630

THE HON-HAR

DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE
FOR BOYS AND GIRLS.

EDITOR

FAIYAZ HUSAIN NASIM (Jamai)

NOVEMBER. 1930

Annual Subscription Rs. 3-4 0 Including Postal Charges

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس
دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا